UNIVERSAL LIBRARY
OU_226207
UNIVERSAL LIBRARY

UnEven Page Numbers within the book only

**OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY**

Call No. ۲۹۷۰۵۸ | ۹ - ۹ Accession No. ۱۴۸۸۹ / 11449

Author اختر فواد عبد اللہ

Title ۱۹۵۱ء اسلام اور حقوق انسان

This book should be returned on or before the date last marked below.

مطبوعات ادارۂ ثقافت اسلامیہ

۱۷۰۰۶

# اسلام
# اور
# حقوقِ انسانی

خواجہ عباداللہ اختر

★

۱۹۵۱

ہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ۔ لاہور
( انسٹیٹیوٹ آف اسلامک کلچر، کلب روڈ۔ لاہور )

قیمت ایک روپیہ چار آنے

# اسلام
# اور
# حقوق انسانی

خواجہ عباداللہ اختر
( رفیق ادارۂ ثقافت اسلامیہ )

★

مطبوعات ادارۂ ثقافت اسلامیہ ۔ لاہور
( پاکستان )
۱۹۵۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما ارسلنك الا رحمة للعلمين ۔
قل انما يوحى الى انما الهكم اله واحد فهل انتم مسلمون ۔
فان تولوا فقل اذنتكم على سواء و ان ادرى اقريب
ام بعيد ما توعدون ۔ انه يعلم الجهر من القول و يعلم
ما تكتمون وان ادرى لعله فتنة لكم ومتاع الى حين ۔
(۱۷-۶)

ہم نے تجھے تمام دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے جو موجودہ اور آئندہ زمانہ میں ہوں رحمت کی صورت میں مبعوث فرمایا ہے ۔ کہو کہ سوائے اسکے نہیں کہ مجھے وحی ہوئی ہے تم سب کا معبود ایک ہی اللہ ہے ۔

تو کیا تم تسلیم کرتے ہو کہ نہیں ؟

اگر وہ تسلیم نہ کریں تو کہو کہ میں نے تم کو لگی لپٹی کے بغیر بلا کم و کاست پیغام انتباہ پہنچا دیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ جس کا وعدہ تمہارے ساتھ ( عذاب و ثواب ) کیا گیا ہے اسکے آنے کا وقت نزدیک ہے یا دور اور جو اعلان تم ببانگ دہل کرتے ہو اور جو بات دلوں میں چھپائے ہوئے ہو اللہ ہی خوب جانتا ہے اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید تمہارے لئے فتنہ کا موجب ہے جس میں تم مبتلا ہو کر رہوگے یا کسی وقت مقررہ تک اس سے تم فائدہ اٹھاؤ گے ۔

یہ ایک زبردست پیش گوئی ہے کہ دونوں باتوں کا

ظہور بیک وقت ہو رہا ہے فتنہ بھی برپا ہے اور فتنہ پرداز کچھہ فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں ۔

" ما ارسلنك الا كافة للناس بشيراً و نذيراً ولكن اكثرالناس لا يعلمون " (۹-۲۲)

وان كنتم فى ريب مما نزلنا على عبدنا فاتوابسورة من مثله، وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صدقين، فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التى وقودها الناس والحجارة اعدت للكفرين ۔ (۳-۱)

اگر تم اس میں شک و ریب میں ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل فرمایا ہے (جس میں ہر ایک امر جسکا تعلق انسان اور اسکے حقوق اور ذہنی اور مادی ارتقا کے بارہ میں مفصل بیان کیا گیا ہے کہ اس سے بہتر انسانی ذہنی کاوش سے لائحہ عمل مرتب ہو سکتا ہے ) تو اسکی مثل ایک ہی سورۃ بنا لاؤ ۔ شرط یہ ہے کہ (کلام) اللہ کے علاوہ ہو (تمہیں اجازت ہے کہ) دنیا جہان کے اہل علم و حکمت کو بھی مدد کے لئے اکٹھے کرلو (کوشش کرو کہ اس قرآن کی ایک ہی سورۃ کی مثل بناؤ اور اس طرح) اپنے دعوی کی صداقت پرکھہ لو ۔ اور اگر تم ایسا نہ کرسکو اور یقیناً نہیں کرسکتے ۔ تو اس نار (حرب) سے ڈرو جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو (حکومت الٰہیہ کے) منکرین کے لئے تیار ہے ۔ (تم سے پہلے بھی اسی آتش فساد میں جل کر راکھہ ہوگئے اور اب تم بھی یہی آگ بھڑکا رہے ہو یقیناً تم نے بھی اس کا ایندھن بننا ہے )

# ایام جاھلیت

تاریخ میں ازمنہ تاریک اور وسطیٰ (Dark and Medieval Ages) کی کچھ خصوصیات ھیں - جن کے لحاظ سے قرآن میں ان کو ایام " ظلمات "، اور " جاھلیت "، سے موسوم کیا گیا ھے - ایک خصوصیت تو یہ تھی - اور اب بھی قوموں میں موجود ھے - کہ ھر ایک قوم اپنے آپ کو دیوتاؤں کی اولاد سمجھتی اور ھمسایہ اقوام کو ملیچھ اور راکشش اور ایسے ھی مکروہ ناموں سے یاد کرتی، یعنی خدا کی خدائی میں وھی صرف انسان ھیں باقی لوگ ان کے نزدیک کچھ اور ھی مخلوق ھیں - جو کچھ سلوک وہ غیر اقوام سے کرتے رھے تاریخی واقعات ھیں - اور اس مقام پر آنکے اعادہ کی ضرورت نہیں - لیکن خود ان کے اپنے نظام معاشرت میں ادنیٰ و اعلیٰ کا امتیاز مذھبی مقدس عقیدہ تھا ھمارے ھندوستان ھی میں نہیں بلکہ ان ایام میں کل متمدن اور مہذب اقوام کی یہی ذھنیت تھی - ھندوستان میں برھمن سب سے اعلیٰ ذات ھے - اور دوسرے درجہ پر چھتری اور تیسرے درجہ پر ویش ھیں - ذاتوں یا جماعتوں کا امتیاز مصر اور یونان اور روم اور ایران میں بھی تھا - یونان نے فلسفہ اور حکمت میں بڑا نام پایا - سقراط اور افلاطون اور ارسطو جیسے حکیم بھی ھر ایک انسان کو بحیثیت انسان حقوق انسانی نہیں دیتے - ان ممالک میں لونڈی اور غلاموں کی کثرت تھی - ھندوستان میں اب بھی

چھ کروڑ شودر موجود ھیں - جنکو آریہ ھندؤں نے ھمیشہ انسانی حقوق سے محروم رکھا - اور ایک ذات کا دھرم دوسری ذات سے مختلف رھا - جو بات ایک ذات کے فرد کیلئے جائز ھے وھی دوسرے ذات کے افراد کیلئے مذھباً ناجائز ھے - اور حد ھے - ھندو دھرم شاستر کے رو سے شودروں کیلئے ''برھم ودیا'' قطعاً ممنوع ھے - جسکی تصدیق شنکر آچاریہ چھٹی صدی عیسوی میں بھی کرتا ھے - اور یہ آج بھی نا جائز ھے - یہی حالات دیگر اقوام میں بھی کم و بیش پائے جاتے ھیں - ایک ھی خاندان میں زن و مرد میں بھی ھر ایک قوم کا نظریہ یہ تھا کہ صنف ضعیف کو کوئی حق انسانیت حاصل نہ تھا - اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو اس حقیقت سے انکار نہیں ھو سکتا کہ جنہیں انسانی حقوق کہتے ھیں - وہ ھر ایک قوم میں چند افراد کو حاصل تھے - جنکے ھاتھوں میں دینی یا دنیوی حکومت تھی - اور اکثریت ان سے یا تو بجبر و قہر محروم رکھی گئی یا انکے ذھن نشین یہی کیا گیا کہ آسمانی دیوتاؤں کی یہی مرضی ھے جب یہ مذھبی عقیدہ پختہ ھو گیا تو وہ بھی بھلی بری زندگی پر قانع ھو گئے - اور اس امید موھوم پر ادھار کھا کر بیٹھ رھے کہ دوسرے ''جنم،، میں ان کی زندگی بہتر ھو گی -

ازمنہ تاریک اور وسطی میں نظریہ انسانیت کیا تھا - اور اس نظریہ کو مذھب نے کیسے عقیدہ کی صورت میں نمایاں کیا ایک مستقل موضوع ھے - چونکہ ھر ایک طالب علم تاریخ کو ان ایام کے واقعات کا علم ھے اس لئے اس پر بحث کی ضرورت نہیں

## قرآن کا نظریہ انسانیت

ارشاد قرآن ہے کہ

یاایہناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق
منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیراً ونساء (۴-۱۲)

اے لوگو لوجہ‌اللہ راستبازی اختیار کرو جس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا - اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا - اور ان دونوں سے مرد کثرت سے اور عورتیں روئے زمین پر پھیلا دئے -

یہ موضوع حیاتیات (Biology) اور مسئلہ ارتقا (Law of Evolution) کا ہے - اور بجائے خود مستقل موضوع ہے اس آیت کی تائید اور تفسیر دیگر متعدد آیات میں کی گئی ہے - یہ آیت سورۃ نساء کے شروع میں واقع ہے - اور اس سورۃ میں صنف ضعیف کو مساوی حقوق انسانیت دئے گئے ہیں - لیکن جو بات اس آیت میں واضح کی گئی ہے - وہ یہ ہے - کہ تمام عالم انسانی کی ابتدا نفس واحدہ ہے - اس لئے کسی ایک کو دوسرے پر برتری فطرتاً حاصل نہیں -

ارشاد قرآن ہے کہ

" تلک الدار الاخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علواً
فی الارض ولافسادا والعاقبتہ اللمتقین ،، (۲۰-۱۲)

وہ دار آخرت ہم نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے - جو ملک (خدا اور بندگان خدا) میں برتری نہیں چاہتے اور (اس لئے) فساد بر پا نہیں کرتے اور انجام بخیر پرہیز گاروں کا ہی ہے -

ان آیات سے اتنا تو واضح ہو گیا ہوگا - کہ قرآن کا نظریہ انسانیت کیا ہے اور یہ کہ وہ کسی شخص کی برتری بلحاظ انسان دوسرے انسان پر تسلیم نہیں کرتا - اور واضح الفاظ میں یہ حقیقت ذہن نشین کرنا چاہتا ہے کہ عالم انسانی میں

فساد کا واحد سبب یہ تفوق کا خیال ھے - جو افراد اور قوموں کے سروں میں سمایا ھوا ھے - اگر ھم اس حقیقت کو سمجھ لیں اور علو اعتقاداً اور عملاً ترک کر دیں تو وہ امن جس کے لئے عالم انسانی مضطرب ھے - خود بخود قائم ھو جاتا ھے -

لیکن قرآن عالمگیر امن کو بھی مقصد بالذات قرار نہیں دیتا - اور ایسا امن جو انسانی قوموں کو مفلوج بنا کر رکھ دے - قرآن کے نظریہ انسانیت سے دور کی نسبت بھی نہیں رکھتا ایسا امن ھمیشہ ان قوموں کے نزدیک پسندیدہ ھے - جن کی حکومت غیر اقوام پر ھوتی ھے - اور ایسا امن قائم رکھنے کے لئے وہ ایسے آئین و قوانین وضع کرتی رھتی ھیں - جسکی غرض یہ ھوتی ھے کہ انکی اپنی قومی حکومت کے امن میں خلل واقع نہ ھو - اور محکوم قوم کوئی ایسی حرکت نہ کرے جسے وہ شورش اور فساد اور بغاوت سے تعبیر کرتی ھے -

قرآن جس پسندیدہ امن کا وعظ فرماتا ھے وہ ایک ذریعہ ایک مقصد اعلیٰ کے حصول کا ھے - ارشاد قرآن ھے کہ

" سارعوا الی مغفرۃ من ربکم و جنت عرضہا السموت والارض اعدت للمتقین الذین فی السراء والضرآء والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس و اللہ یحب المحسنین " (۳-۵)

(اس ادنی زندگی کے قلیل متاع کے لئے کیا لڑتے جھگڑتے مرتے ھو)

تیزی سے بڑھو اپنے پروردگار کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کا عوض سماوات اور ارض ھے اور پرھیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ھے جو تنگی اور فراخی میں (اھل حاجت پر عملاً) صرف کرتے ھیں - اور غصہ

کو دباتے ھیں اور لوگوں کے قصور سے در گذر کرتے ھیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

نیز ارشاد ہے کہ

"سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً منہ

انا فی ذلک لایت القوم یتفکرون،، (۱۸-۵)

جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ نے تمہارے فائدہ کے لئے اپنی رحمت سے مسخر کر دیا ہے - اس میں ان لوگوں کے لئے آیات ھیں جو اھل فکر ھیں۔

اب بھی اھل فکر کائنات کی تسخیر میں لگے ھوئے ھیں۔ لیکن یہ انفرادی کوشش ہے - ارشاد قرآن ہے کہ عالم انسانی ذھنی ارتقا کے ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اس کی تمام تر توجہ تسخیر کائنات کی طرف لگ جائے اور کائنات اپنے خزانہ ھائے غیب اگل دے اور انسانی زندگی کا معیار بلند اور بلند تر ھوتا جائے لیکن یہ ممکن نہیں جب تک عالمگیر امن نہ ھو اور ایسا پسندیدہ نظام امن قائم نہیں ھو سکتا - جب تک علو کا خیال قوموں کے ذھن سے محو نہ ھو - جس کا لازمی نتیجہ امن شکن فساد ہے - جب عالم انسانی یا قوموں کے سامنے ادنی زندگی کے مفاد کا نعم البدل اعلی مقصد حیات رکھا جائیگا - تو وہ ادھر ھی متوجہ ھونگے -

## اسباب فساد

ازمنہ تاریک و وسطی کی تاریخ میں بلکہ ھمارے اپنے زمانہ کی قوموں کے حالات میں دو باتیں نمایاں تھیں اور ھیں- ایک دینی حکومت ( Priesthood ) اور دوسری ملوکیت - (State) اور دونوں لازم و ملزوم ھیں - پیشہ ور پیشوایان دین

اور ملوک ایک دوسرے کے راز دار ھیں - "یکے دزد باشد دگر پردہ دار" - قرآن نے دونوں کے خاتمہ کا اعلان کر دیا - آنحضرت نے بھی فرمایا کہ اب قیصر و کسری نہ ھونگے - ایام جاھلیت میں جبکہ فہم انسانی بالغ نہ تھا یہ دونوں حکومتیں ممکن بلکہ مناسب تھیں - لیکن اب جبکہ قرآن عالم انسان کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف رھنمائی فرما رھا ہے - " قد تبین الرشد من الغی" جبکہ ھدایت اور گمراھی مین نمایاں امتیاز ھو چکا ھے - " لا اکراہ فی الدین " دین میں کوئی (جبرو) اکراہ نہیں - " یو این او " کا یہ نظریہ کہ کوئی شخص کسی مذھب یا قومیت تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کیا جائیگا - عین تعلیم قرآن کے مطابق ھے - لیکن ضرورت اس امر کی ھے کہ ان اسباب فساد کا قلع قمع کیا جائے - جو لوگوں کو کسی نہ کسی وجہ سے مجبور کرتے ھیں - دینی حکومت اب بھی لوگوں کے دلوں پر مسلط ھے - اور ملوکیت ایام جاھلیت میں شخصی تھی تو اب قومی ھے - جسے جمہوریت کہتے ھیں - برطانیہ - فرانس امریکہ میں جمہوریت ھے - یہ ایک قوم بمنزلہ فرد واحد ھے اور اصولاً شخصی ھے - یہ حکومتیں غیر اقوام پر مسلط ھیں - اور جنگ نے ایسی ھولناک صورت اختیار کر لی ھے کہ اب عالمگیر ھے -

اگر ھم کائنات میں نظر کریں - دور جانے کی ضرورت نہیں اسی کرہ ارض پر مختلف طبقات کو دیکھیں تو یہ نا قابل انکار حقیقت ھے کہ

" بیدل بحصول رزق آمادہ بسر
سگ چاکر سگ نگشت و خر بندہ خر

از مخترعات کار گاہ امکاں
این ننگ شعور نیست جز ضع بشر ،،

اس لئیے حکومت خواہ اس کی صورت کچھ بھی ہو - بالکل خلاف فطرت ہے اور محض انسانی اختراع ہے -

طبقہ حیوانات میں قبائل و شعوب و امم عالم انسانی کی طرح ہیں -

,, و ما من دابة فی الارض و لا طئر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم' مافرطنا فی الکتب من شئی ثم الی ربہم یحشرون والذین کذبوا بایتنا صم و بکم فی الظلمت ،، (۷-۱۰)

اور زمین میں کوئی چلنے والا اور نہ فضا میں کوئی پرندہ اڑنے والا ایسا ہے کہ تمھاری طرح اسکی اُمتیں نہ ہوں' کتاب (فطرت) میں ہم نے کسی شے کی کمی نہیں رکھی' پھر اپنے پروردگار ہی کی طرف تمہارا حشر ہوگا' اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے ہیں کہ حق کی آواز پر کان نہیں دھرتے' گونگے ہیں اور (ابھی تک) ظلمات میں ہیں' (کہ اپنے حقوق انسانی کو نہ سمجھتے ہیں اور نہ ان کا مطالبہ کرتے ہیں) -

غرض ہر ایک طبقہ ہستی کی انواع میں ایک نظام معاشرت مشاہدہ ہوتا ہے' لیکن ان میں ملوکیت (State) نہیں یہ اسی ننگ شعور انسان کی اختراع ہے - قرآن عظیم کی آیات بینات سے واضح ہوتا ہے کہ ذہنی ارتقا کے ساتھ ساتھ ملوکیت رفتہ رفتہ ختم ہو جائیگی - اور جس اعلی مقام پر انسان نے بعد از ہزار رسوائی پہنچنا ہے وہ انسان کی تخلیق کا مقصد اعلی ہے' ہماری

ذهنیت ابھی اتنی پست ہے کہ اس اعلیٰ مقام انسانیت کا صحیح صاف صاف سمیز تصور ہمارے قلب میں پیدا نہیں ہو سکتا، لیکن قرآن حکیم نے اس کا نقشہ کھینچ کر بتا دیا ہے کہ اس منزل مقصود کی طرف انسان اگر برضاو رغبت نہیں جائیگا تو کرھاً جانا پڑیگا - یعنی بعد از ہزار رسوائی، اور یہی وہ عذاب ہے جس میں عالم انسانی مبتلا ہے - جو فطرت کی طرف سے انتباہ ہے، لیکن قرآن کا ناطق فتوی یہ ہے کہ جب تک انسان بصر و بصیرت سے کام نہیں لیگا وہ اسی عذاب جہنم میں مبتلا رهیگا جو اسکی اپنے ھاتھوں کی کرتوت ہے - قرآن میں امم سابقہ کی تباھی کی عبرت انگیز تاریخی شہادت پیش کی گئی ہے -

ذالك من انباءالقرى نقصه عليک منها قائم وحصيد - وما ظلمتهم ولكن ظلموا انفسهم فما اغنت عنهم الهتهم التى يدعون من دون الله من شئى لما جاء امر ربک وما زادهم غير تتبيب - وكذالك اخذ ربک اذا اخذ القرى وهى ظالمة ان اخذه اليم شديد - ان فى ذالك لايت لمن خاف عذاب الاخره ذالک يوم مجموع له الناس و ذالك يوم مشهود - ومانوخره الا لاجل معدود يوم يات لاتكلم نفس الا باذنه فمنهم شقى و سعيد - فاما الذين شقوا ففى النار لهم فيها زفير و شهيق - خالدين فيها مادامت السموت والارض الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما يريد واما الذين سعدوا ففى الجنة خالدين فيها مادامت السموت والارض الا ما شاء ربک عطاء غير مجذوذ فلا تک فى مرية مما يعبد هوءلاء، ما يعبدون الا كما يعبد اباؤهم من قبل وانا لموفوهم نصيبهم

غیر منقوص -

و ما کا ن ربک لیہلک ا لقری بظلم و ا ھلہا مصلحون،
ولوشاء ربک لجعل الناس امة و ا حدةولا یزالون مختلفین
الا من رحم ربک ولذا لك خلقہم و تمت کلمت ربک
لاملئن جہنم من ا لجنة و ا لناس اجمعین -

(۱۲-۹-۱۰)

وہ ان بستیوں کے تاریخی قصے ہیں جو ہم تجھے سناتے ہیں ان میں سے بعض بستیاں اجڑی ہوئی ہیں اور بعض ابھی تک قائم ہیں' ہم نے ان کو ظلم سے تباہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا - اور جن معبودوں (ارباب حکومت) کو وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے تو کوئی بھی انکے کام نہ آیا جب تیرے پرورگار کا امر ( انکی ھلاکت کے بارہ میں ) آگیا' اور وہ ھلاکت کی طرف ھی بڑھتے گئے-اور اس طرح تیرے پروردگار کی گرفت میں وہ بستیاں جو ظلم پیشہ تھیں آگیئں' تحقیق تیرے پروردگار کی گرفت درد انگیز شدید ھے - ان واقعات میں ان لوگوں کے لئے عبرت ھے جو روز انجام کے عذاب سے خائف ھیں' یہ انجام ایک وقت ھے جب لوگ اس کے (نظارہ کے) لئے جمع ھوتے ھیں اور یہ ان کو دیکھنے میں آتا ھی رھتا ھے اس دن کوئی شخص اللہ کے اذن کے سوا دم نہیں مارسکتا ان لوگوں میں بد بخت بھی ھیں اور نیک بخت بھی' تو جو بد بخت ھیں وہ تو آگ میں چیخیتے چلاتے ھیں اور اس میں جب تک آسمانوں اور زمین کا قیام ھے ھمیشہ رھینگے مگر یہ کہ تیرا پرور دگار کچھ اور چاھے' تحقیق تیرا پرور دگار جو چاھے کرتا ھے اور جو نیک بخت ھیں وہ آسمانوں اور زمین کے ھوتے جنت میں ھمیشہ رھینگے مگر یہ کہ تیرا پروردگار (بہتر بخشش) اور صورت میں کرے اور تیرے پروردگار کی بخشش وہ ھے جو کبھی منقطع نہیں ھوتی - اس لئے جو کچھ ان لوگوں کی پوجا پاٹ کا انجام ھونیو الا ھے اس میں شک نہ کہ' وہ اسی بندگی میں لگے ھوئے ھیں جو ان سے پیشتر ان کے بڑے کرتے تھے (انہوں نے اپنا انجام دیکھہ لیا یہ بھی دیکھہ لینگے' تحقیق ھم انکو انکے اعمال (ناشائستہ) کا بدلہ پورا پورا دے کر رھینگے جس میں ذرہ برابر کمی واقع نہ ھوگی -

اور تیرا پروردگار کسی بستی کو تباہ اور برباد نہیں کرتا جب تک اس میں بسنے والے نیکو کار ہیں اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو عالم انسانی کو امت واحدہ بنادیتا (پھر وہ انسان نہ ہوتے) اور ان میں (شر انگیز) اختلاف کبھی زائل نہ ہوگا مگر جن پر اللہ رحم فرمائے اور اسی رحمت کے فیض کے لئے انکو پیدا کیا گیا ہے - اور (انکی شر پسندی کی وجہ سے) ترے پروردگار کا قول (قانون فطرت) پورا ہوگا کہ میں جہنم کو تمام جن و انس سے بھردونگا' اور ہم جو رسولوں کے حالات سے تجھے آگاہ کرتے ہیں (جو ان گمراہوں کو سمجھاتے رہے اور یہ ٹس سے مس نہ ہوئے) تو غرض یہ ہے کہ تیرا دل (انکی معاندانہ روش سے نہ گھبرائے اور) بجارہے اور ان قصوں میں ترے پاس حق اور موعظہ ایمان داروں کے واسطے آچکی ہے تو ان لوگوں کو جو (ہماری آیات پر) ایمان نہیں لاتے کہو کہ جو کچھ چاہو اپنی جگہ کرو اور ہم بھی اپنی جگہ مناسب عمل کررہے ہیں' تم انجام کے منتظر رہو' ہم بھی منتظر ہیں' اور وہ پوشیدہ امکانات جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ ہی کے لئے ہیں (جب چاہے انکا ظہور ہو) اور اسی کی طرف ہر ایک امر کا رجوع ہے' تو اسی کی بندگی کرو اور اس پر بھروسہ کرو اور تیرا پروردگار اس سے غافل نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں'

ارشاد قرآن ہے ''سیروا فی الارض'' ذرا روئے زمین پر چل پھر کر دیکھو' کرہ ارض کے طبقات میں اثار قدیمہ میں ان قوموں کے حالات کا مطالعہ کرو جو پہلے گزر چکی ہیں -

کہاں ہے دارا کہاں سکندر کہاں ہے کسریٰ کہاں ہے قیصر
خط شکستہ میں انکے در پر زمانہ عبرت نگار دیکھا

گڑے مردوں کی ہڈیاں بھی اپنی داستان سنا رہی ہیں انہیں اکھاڑنے کی ضرورت نہیں، ہم اپنے زمانہ کو دیکھ رہے - ذالک یوم مجموع لہ الناس و ذالک یوم مشہور - ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی - پانچ سال کے عرصہ میں جو کچھ ہوا ابھی ہماری یاد میں تازہ ہے - ''لیگ آف نیشن'' بن چکی تھی جو کچھ اسکا حشر ہوا اور ہونا بھی تھا وہ بھی ہم دیکھ چکے ہیں - اسکے بعد دوسرا عالمگیر جنگ شروع ہوا جو ایک تیسرے متوقع ہولناک جنگ کا پیش خیمہ تھا - خدا خدا کر کے یہ ختم ہوا اور ان قوموں نے جو کرۂ ارض پر چھائی ہوئی ہیں ''یو این او'' کی طرح ڈالی ''اور حقوق انسانی'' کا خاکہ نہایت پسندیدہ الفاظ میں دنیا کے سامنے پیش کیا - اس مجلس میں عموماً تمام حکمران قوموں کی نمائندگی ہو رہی ہے' ''یو این او'' کا پہلا عیظم الشان کارنامہ ملاحظہ ہو' ایک فوجی عدالت قائم کی گئی' شکست خوردہ جرمن اور اس کا حلیف جاپان انسانیت کے دشمن قرار دئیے گئے - ان اقوام کے بہترین دل و دماغ کے آدمیوں پر مقدمہ بنایا گیا' خود ہی قاضی' خود ہی گواہ، خود ہی مدعی' اکثر کو پھانسی اور اکثر کو مختلف میعاد کی قید سزا دی گئی اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے - ان لوگوں کا جرم یہ ہے کہ انہوں نے برطانیہ اور امریکہ کے دعوی اقتدار کو تسلیم نہیں کیا - اور اس مفاد میں شرکت کا مطالبہ کیا جسکی اجارہ داری برطانیہ اور امریکہ کو آسمانی دیوتاؤں نے دے رکھی تھی،

آن حالات کو ذھن میں رکھتے ھوئے ارشاد قرآن میں تدبر کرو:-

,,فاذا لقیتم الذین کفرو فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتمو ھم
فشدالوثاق فاما مناو بعد امافداء حتی تضع الحرب اوزارھا
ذالک ‘‘ (٥-٦ع)

جب کافروں سے تمہاری مٹھ بھیڑ ھو تو (میدان جنگ میں) انکی گردنیں مارو یہاں تک کہ انکا زور ٹوٹ جائے - پس انکو اسیر کرلو - اس کے بعد یا تو احسان رکھکر چھوڑدو یا فدیہ لیکر (تاوان جنگ یا مبادلہ اسیران جنگ) یہاں تک کہ جنگ اپنے ھتھیار رکھدے - یہ وہ عظیم الشان ھدایت ھے جس پر عمل واجب ھے -

ان آیات مبارکہ کا مفہوم واضح ھے کہ جب مسلمانوں اور کسی غیر مسلم قوم مین حالات جنگ پیدا ھو جائیں اور وقتاً فوقتاً جھڑپیں بھی ھوتی رھیں تو اسیران جنگ اسی وقت تک اسیر رھینگے جب تک حرب ھتیار نہ رکھ دے - جنگ کے خاتمہ پر انکو یا تو احسان رکھکر چھوڑنا پڑیگا یا فدیہ لیکر - احسان مقدم ھے یعنی فریق مخالف یا اسیران جنگ ادائیگی تاوان کے قابل نہ ھوں تو بہر حال احسان رکھکر ھی آزاد کرنا پڑیگا - آیت کے آخر میں لفظ ”ذالک“ ھے - یہ لفظ اشارہ بعید تر اشیا کے لئے استعمال ھوتا ھے - اور اس آیئے کسی امر یا شے کی عظمت پر بھی دلالت کرتا ھے - اس ت کریمہ کے آخر میں اسکا مفہوم یہ ھے کہ اس ھدایت کی عظمت کا خیال کرتے ھوئے اسکی تعمیل کی جائے -

غزوہ بدر پہلی جنگ تھی جو مسلمانوں کو کفار مکہ سے لڑنی پڑی - کفار مکہ مدنیہ پر بڑھ رھے تھے - اور مسلمان

مدافعت کے لئے مدینہ سے نکلے اور بدر پر دونوں کی مڈھ بھیڑ ہو گئی - کفار نے شکست کھائی - ان ایام میں یہ دستور حرب تھا - کہ مال غنیمت جو کسی کے ھاتھ لگتا اسی کی ملکیت ھوتی - اور جس کسی کو اسیر کرتا اسی کا غلام ھوتا - چنانچہ مسلمانوں نے بھی اسی دستور جاھلیت پر عمل کیا - اس پر وہ آیات نازل ھوئیں جو سورہ ''انفال'' میں مذکور ھیں کہ اس ادنیٰ زندگی (حیواۃالدنیا) کے مال پر کیا گرتے ھو - ''جہاد فی سبیل اللہ'' کا یہ مفہوم ھے کہ ''حرب'' جو جہاد فی سبیل المفسدین ھے اور جسکی غرض ھی لوٹ گھسوٹ اور انقطاع نسل انسانی و حیوانی اور لوگوں کے ذرائع زندگی پر ناحق قبضہ جمانا اور کمزوروں کو لونڈی غلام بنانا ھے - اسکا قلع قمع کیا جائے - اور یہ علاج بالمثل جاری رھے ''حتیٰ تضع الحرب اوزارھا'' یہاں تک کہ حرب ھتھیار رکھدے - مسلمانوں نے ابھی تک عملاً جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم نہیں سمجھا تھا لیکن آنحضرت کے زیر تعلیم و تربیت جلدی ھی سمجھ گئے - اسیران بدر میں سے دس آدمی پڑھے لکھے تھے ان سے فدیہ یہ لیا گیا کہ سات مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں - کیا اچھا فدیہ ھے -

اصل اصول تو آیت کریمہ میں واضح کیا گیا ھے - کہ اسیران جنگ لڑائی کے بعد کسی حالت میں قید نہیں رہ سکتے تاوان لیکر اگر وہ ادا کر سکیں ورنہ احسان رکھکر انکو چھوڑنا ھی پڑیگا - اگر ذرا تدبر سے کام لیا جائے تو واضح ھو جائیگا - کہ اس آیت نے غلامی کی جڑ کاٹ کر رکھدی کیونکہ یہ ''حرب'' ھی تھا جسکے ذریعہ شکست خوردہ قوم کے افراد زن و مرد لونڈی غلام بنائے جاتے -

گزشتہ جنگ عظیم کے بعد مدعیان تہذیب و تمدن و علم و حکمت نے جس کی طرح ڈالی ہے وہ ''یو این او'' سے موسوم ہے جسکا مذکور ہو چکا - اس نے ایک عالمگیر اعلان حقوق انسانی کے بارہ میں شائع کیا ہے جسکی تیس دفعات (Articles) ہیں - نیت کے حالات خدا ہی جانتا ہے لیکن ہمارے رسول کریم کا ارشاد ہے کہ ''**الاعمال بالنیت**'' یعنی اگر تمہیں یہ دیکھنا منظور ہو کہ کسی شخص کی نیت کیا ہے تو اسکے اعمال دیکھو، اس لئے جو کچھ ''یو این او'' نے عملی کاروائی کی ہے - اسے دیکھئے لیکن سردست یہ موضوع ہمارے بحث سے خارج ہے - دیکھنا یہ ہے کہ اس ''اعلان'' میں کوئی بات ایسی بھی ہے کہ جس سے حقوق انسانی کی حفاظت ہوسکے، ہم یہ نہیں کہتے اور نہ اسکا مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اصول جو اس اعلان میں شائع کئے ہیں ان پر فوری عمل کیوں نہیں ہوا، ہم جانتے ہیں کہ اصلاح اسی حد تک ممکن ہے جس حد تک ذہنی اور خارجی حالات اجازت دیں - اور یہ کہ اصلاح بتدریج اور اعتدال کے ساتھ ہی مناسب اور مفید ہے، ورنہ بقول 'ہربرٹ سپنسر' جو مصلحان یہ چاہتے ہیں کہ اصلاح کی تکمیل فوری ہو یا کم از کم انکی زندگی میں سب کچھ ہو جائے وہ ایک اصلاح کی جگہ سو معاشری خرابیاں پیدا کردیتے ہیں مگر ہم یہ ضرور کہینگے کہ بعض ایسے امور بھی ہیں یا وہ خرابیاں بھی ہیں جنکی اصلاح ان چند سالوں میں بوجہ احسن ہوسکتی تھی - اسے بھی چھوڑیئے ان تیس 'آرٹیکل' میں زور تو اس بات پر دیا گیا ہے کہ ہر ایک انسان کا پیدائشی حق حریت و مساوات ہے اور یہ حق ہر ایک انسان کا ہے بلا لحاظ اختلاف لسان و الوان و قومیت و مذہب اور پولیٹیکل

یا دیگر عقاید اور درجات بلحاظ مال، دولت، پیدائش و دیگر حیثیت خواہ کچھ ہو ۔ کسی قسم کا امتیاز روا نہ رکھا جائیگا ہر ایک شخص کو زندہ رہنے کا حق ہے اور اس کے ساتھہ آزادی اور اپنی ذات کی حفاظت کا بھی حق رکھتا ہے، کوئی شخص قید غلامی میں نہیں رہ سکتا ۔ اور نہ کسی خدمت کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے، سردست ہمیں انہی ابتدائی چار آرٹیکل سے بحث ہے ۔ حق حریت و مساوات میں تمام انسانی حقوق آجاتے ہیں اس اعلان میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ غصب شدہ حق ہر ایک انسان کو کس طرح واپس دلایا جا سکتا ہے، جنگ عظیم کے بعد جرمن و جاپان پر اب تک اتحادی طاقتوں کا قبضہ ہے، اور وہاں کے شکست خوردہ لوگ ابھی تک بجبر و قہر اتنے دب چکے ہیں کہ انکے ابھرنے کی توقع بھی نہیں، آپ ان تین آرٹیکل کو ایک سرے سے آخر تک پڑھ جائیے ۔ ان میں وہ بات آپکو نظر نہیں آئیگی جوآیہ مبارکہ محولہ بالا میں ایک لفظ 'ذالک' میں بیان کی گئی ہے ۔

ارشاد قرآن ہے کہ

ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقواﷲ انﷲ خبیر بما تعملون (٦-٦)

کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو عدل کرو عدل ہی تقویٰ سے لگا کھاتا ہے' اور تقویٰ بوجہ اللہ اختیار کرو تحقیق اللہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اس سے با خبر ہے ۔

یہ تاریخی واقعہ ہے کہ مسلسل تیرہ سال کفار مکہ نے مٹھی بھر مسلمانوں کو ہر ممکن اذیت دی اور ان سے بالکل

قطع تعلق کرنے کے بعد عرصہ حیات تنگ کر دیا آنحضرت کے قتل کا منصوبہ باندھا آخر مسلمانوں کو ھجرت پر مجبور کیا - مدینہ میں بھی پیچھا نہ چھوڑا - یلغار کرتے ہوئے آئے اور چراگاہ سے مال مویشی ھانک کر لے گئے - بدر اور احد میں مسلمانوں نے مدافعت کی آخر جب مکہ فتح ہوا تو یہ آیات نازل ہوئیں کہ

''ولا یجر منکم شنان قوم ان صدوکم عن المسجدالحرام ان تعتدوا وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان' واتقوا اللہ' ان اللہ شدیدالعقاب'' (٦-٥)

کسی قوم کی دشمنی جس نے تمہیں کعبہ سے روکا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ حد اعتدال سے تجاوز کرو - اور نیکی اور پرھیزگاری کے کاموں پر ھر ایک کی مدد کرو اور ایسے کاموں میں کسی کا ساتھ نہ دو جس سے لوگوں کے حقوق تلف ہوتے ہیں ورنہ تعدی پر اور اللہ سے ڈرو' تحقیق اللہ کا عذاب سخت ہے'

اگر ہم اپنے زمانہ کے مدعیان امن اور واعظان اصلاح کے اعمال کو دیکھیں کہ انہوں نے جرمنی اور جاپان میں کیا کیا اور کر رہے ہیں اور آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر اس ایک واقعہ مذکورہ کا اور مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ سلوک ہوتا رہا اور جو کچھ انہوں نے کفار سے سلوک کیا موازنہ کریں تو ان دو آیات (٦-٥' ٦-٦) کی عظمت تقاضہ کرتی ہے کہ اگر قوموں کی نیت بخیر ہو تو انکو جلی حروف میں قرطاس حریت و مساوات میں نمایاں جگہ دیں'

قرآن میں پھانسی اور جلا وطنی اور قید و بند کی سزا ان لوگوں کے لئے تجویز کی گئی ھیں جو کسی قائم شدہ حکومت کی حدود کے اندر حق شہریت کے ھوتے بغاوت کے مرتکب ھوں۔ اور اس پر بھی اگر وہ گرفتاری سے پیشتر بغاوت سے باز آئیں تو ان پر کوئی الزام نہیں اور نہ انکی کوئی حرکت قابل مواخذہ ھے، ارشاد قران ھے،

"انما جزاؤا لذین یحاربون اللہ ورسولہ و یسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذالک لھم خزی فی الدنیا و لھم فی الاخرۃ عذاب عظیم ۔ الاالذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم ۔ (۶-۹)

وہ لوگ جو اللہ اور اسکے رسول سے لڑتے ھیں اور ملک میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ھیں یہی سزا ھے کہ (انکے جرم کی مناسبت کے لحاظ سے) انکو قتل کیا جائے یاصیدب دی جائے یا بیدست و پا کیا جائے یا جلا وطن (یا قید) کیا جائے یہ رسوائی انکے لئے اس دنیا میں ھے اور آخرت میں عذاب عظیم مگر وہ لوگ (قابل مواخذہ نہیں) جو گرفتاری سے پہلے تائب ھوں جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا ہے اور مہربان ھے۔

جرمنی اور جاپان نہ تو برطانیہ اور نہ امریکہ کی رعیت تھے اور نہ وہ بغاوت کے مرتکب ھوئے وہ علانیہ میدان جنگ میں آئے اور شکست کھائی ۔ ان سے تو وھی سلوک کرنا چاھئے تھا جو آیات بینات قرآن میں بتایا گیا ھے۔

جہاں تک حقوق انسانی کا تعلق ھے - اس عالمگیر اعلان حریت و مساوات میں جو "یو این او" نے شائع کیا ھے ھمیں کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی کہ توقع ھو کہ یہ بیل منڈھے چڑھیگی ابھی یہ مدعیان حریت اس مقام عالی سے بہت نیچے اور دور ھیں جو قرآن حکیم مشاھدہ کرا رھا ھے -

اس قرطاس حریت میں غلامی اور تجارت غلامی کی موقوفی پر بہت زور دیا گیا ھے، ھر ایک حریت پسند اسے دل و جان سے پسند کریگا - لیکن مناسب ھے کہ ذرا اسکا بھی جائزہ لیا جائے - اور آیات قرآن سے موازنہ کیا جائے -

غلام کے لئے عربی زبان میں لفظ "عبد" ھے اور اسکی تعریف ھے "مملوکا لا یقدر علی شی" (۱۶-۱۴)

ایسا شخص جو پرائے بس میں ھو اور کسی شے پر اختیار نہ رکھتا ھو - قرآن کی کسی آیت میں یہ لفظ کسی انسان پر اس معنی میں استعمال نہیں ھوا - جن آیات میں یہ لفظ استعمال ھوا وہ بطور مثال و ھدایت بیان کی گئی ھیں - قرآن میں الفاظ "ما ملکت ایمانھم" ایسے لوگوں کے لئے استعمال ھوئے ھیں جو "زیر دست" دبے ھوئے (Depressed Class) ھیں اور دستگیری کے محتاج ھیں - مثلاً نوکر چاکر مزدور، شودر، اور اسکی تعریف میں وہ بھی آتے ھیں جنکو اھل یورپ کی اصطلاح میں "غلام" (Slave)* کہتے ھیں، -

* صلح "یوٹرک" (Utruck) کے بعد انگریزوں نے امریکہ مقبوضہ ھسپانیہ میں سالانہ چار ھزار آٹھ سو غلام ۱۷۴۳ء تک کرنے کا اجارہ لیا - صرف ایک لورپول کے پندرہ

اهل یورپ یونانی اور رومی اپنے اقتدار کے ایام میں ان لوگوں سے جنکو وہ بزور شمشیر بحر و قہر قبضہ میں لائے ہر ایک قسم کی ذلیل خدمت بلا معاوضہ لیتے اور بہائم سے بدتران سے سلوک کرتے، اسم آریہ کی یہ امتیازی خصوصیت تھی، ہر ایک آقا کو غلام کی زندگی اور موت پر کامل اختیار تھا،

''عبودیت،، انسان کی فطرت میں ودیعت ھے - ارشاد قرآن ھے کہ

''ما خلقت الجن والانس الالیعبدون،،

ھم نے جن و انس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا -

اگر عبودیت انسانی فطرت کا تقاضہ نہ ھوتا تو یہ حکومت جو انسان کی انسانوں پر ھے، نا ممکن ھوتی، انسان خواہ اسکی حیثیت کچھ ھو اور اسکا ذھنی درجہ خواہ کتنا بلند ھو ھر ایک امرمیں دوسروں کی امداد کا محتاج ھے،

آنچہ شیراں راکند روباہ مزاج احتیاج است احتیاج است احتیاج

اور یھی احتیاج ھے جسکی وجہ سے انسان مخلوق کی بندگی کرتا ھے، 'آنانکہ غنی تراند محتاج تراند، - فقراء و مساکین وغیرہ کا کیا مذکور ھے - ایسی حقیقت کی طرف قرآن باربار توجہ دلا رھا ھے کہ حق حکومت صرف ایک ذات واحد اللہ تعالی کا ھے جو کل کائنات کا خالق بھی ھے اور رب بھی ھے اور ھر ایک شے کی تخلیق

---

جہاز ۱۷۳۰ء میں ترپن ۱۷۵۱ء میں چھیانوے ۱۷۷۰ء میں ایک سو بتیس ۱۷۹۳ء میں تجارت غلامی میں لگے ھوئے تھے - امریکہ میں پہلی مردم شماری میں غلاموں کی تعداد چھ لاکھ ستانوے ھزار تھی ۱۷۶۱ء میں چار ملین تک پہنچ گئی -

کا مقصد بھی اسی کا مقرر کردہ ھے ۔ اس لئے اسی کا حق ھے کہ اسکی بندگی کی جائے ۔ اور اسی کو آسمانوں اور زمین پر حکومت کا حق حاصل ھے اور وہ جو کچھ چاھے کرے کوئی اسے پوچھنے والا نہیں اور جنکو لوگ اللہ کے سوا پوجتے ھیں انکو کوئی اختیار اپنی ھی ذات سے ضرر دفع کرنے کا نہیں اور نہ وہ نفع پہنچا سکتے ھیں ۔ تمام مخلوق اللہ کی 'عبد، ھے اس لئے غیر اللہ کی بندگی شرک ھے جو ناقابل عفو گناہ ھے ۔ جسے 'حریت، کہتے ھیں وہ صرف اللہ کی بندگی اور اللہ کی عبادت خالص بلا شائبہ شرک سے حاصل ھوسکتی ھے ۔ اور ناممکن ھے کہ انسان اللہ کو چھوڑ کر آزادی حاصل کرسکے ۔ جب تک عالم انسانی صرف اللہ کی حکومت بلا شرک تسلیم نہیں کریگا وہ ھمیشہ بندوں کی بندگی کرتا رھیگا ۔ اور اس پر مخلوق کی حکومت مسلط رھیگی ۔ اللہ تعالی غنی 'عن العلمین ھے،۔ اور ایک انسان کو دوسرے انسان کی مدد کی حاجت ھے ، اور ھر ایک طالب علو زیادہ سے زیادہ فائدہ دوسرون کی خدمات یا بندگی سے اٹھانا چاھتا ھے اور اٹھا رھا ھے، لیکن اس بندگی میں جو ھم اللہ کی کرتے ھیں اللہ کسی معاوضہ کا طالب نہیں بلکہ حکومت الہیہ کے تحت نیک شہریوں کو زیادہ سے زیادہ دے رھا ھے اسکی رحمانیت سے وہ بھی محروم نہیں جو غیراللہ کی بندگی کرتے ھیں ۔ لیکن انجام بہتر اھل تقوی ھی کا ھے، قوموں کے عروج و نزول کی تاریخ ھم پڑھ چکے ھیں اور انکی تباھی اور ھلاکت کے اسباب سے ھم واقف ھیں ۔ برطانیہ اور امریکہ فرانس وغیرہ ھم تو کل کی پیدائش ھیں ان سے پیشتر کئی فرعونی اور نمرودی حکومتیں قائم ھوئیں اور اپنے پیچھے داستان عبرت چھوڑ گئیں ۔ ارشاد قرآن ھے ۔

"لوکان فیہما الھۃ الااللہ لفسدتا"

(۱۷-۲)

اگر اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی اور اللہ بھی ہوتا تو کل کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

اس آیت کریمہ میں ایک اصل اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ دعویدار حکومت ہوں تو ضرور ہے کہ وہ فساد برپا کریں ۔ کائنات میں ہمیں کہیں فساد مشاہدہ نہیں ہوتا ۔ یہ صرف عالم انسانی ہی ہے جس میں فساد ہر ایک جگہ رونما ہو رہا ہے ۔ اسکی وجہ یہی خواہش علو ہے یہ ظاہر ہے کہ حریت و مساوات کا تصور بھی باطل ہے جہاں طالبان علو موجود ہوں اور ہرایک جگہ فساد برپا کررہے ہوں' اس لئے ہر ایک قسم کی حکومت باطل ہے اور جہاں یہ ہے وہاں حریت و مساوات کا نام لینا انتہائی جرم سمجھا جاتا ہے اور جو بھی اس کے لئے جد و جہد کرتا ہے وہ ایک سنگین جرم کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے ۔

آیات قرآن کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کبھی پسندیدہ آزادی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا کارساز سمجھتا رہیگا ۔ اور یہ کہ آزادی صرف ایمان باللہ سے ہی حاصل ہوسکتی ہے' بشرطیکہ اس کے مناسب نیک اعمال بھی ہوں'

غالباً یہ سوال ہر ایک شخص کے دل مین پیدا ہوگا کہ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ حقوق انسانی کے بارہ میں قرآن کریم سے بہتر اعلان متصور نہیں ہوسکتا ۔ لیکن جن کے ہاتھوں میں

یہ کتاب عزیز ہے انہوں نے کس حد تک اس پر عمل کیا ۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے اور اس پر ہم نے اپنے مقالات میں علیحدہ بحث کی ہے' جسکا ملخص حسب ذیل ہے ۔

یہ تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ہر ایک مصلح اسی حد تک اصلاح عملاً کرسکتا ہے جس حد تک اسکے زمانہ کے ذہنی اور خارجی حالات اجازت دیں ۔ غلامی ایک خرابی ہے جو قدیم الایام سے قوموں کے نظام معاشرت میں پائی جاتی ہے ۔ آنحضرت کے زمانہ میں بھی یہ اپنی پوری شان میں جلوہ نما تھی یہ یک لخت موقوف نہیں ہو سکتی تھی اور اگر کی جاتی تو بقول "ہربرٹ سپنسر" ایک اصلاح کی جگہ سو معاشری خرابیاں پیدا ہو جاتیں ۔ اس حقیقت کو اسی مفکر نے ان لفظوں واضح کیا ہے کہ :—

" ہماری گورنمنٹ کا ارادہ تو نیک بھی تھا اور دلائل بھی معقول اور مضبوط تھے کہ غلامی کا یک قلم قلع قمع کیا جائے لیکن باوجود اس امر کے کہ چالیس جنگی جہاز جسکا سالانہ خرچ ستر ہزار پونڈ تھا اس کار خیر کی تکمیل پر لگے ہوئے تھے مگر کامیابی نہ ہونی تھی نہ ہوئی جب انگلستان میں اس مہم کا آغاز ہوا تو کسی کے وہم گمان میں بھی نہ تھا کہ جس نیک ارادہ سے گورنمنٹ یہ کارثواب کرنے والی ہے دل ہلا دینے والے واقعات اور کئی معاشری خرابیوں کی موجب ہوگی اور غلامی کی تجارت پر بھی کچھ پسندیدہ اثر نہیں پڑیگا تاجران غلامی تعاقب سے بچنے کے لئے تیز رو کشتیوں میں غلاموں کو اس طرح ٹھونستے کہ بیماری کے علاوہ پنیس فیصدی اموات واقع ہوتیں ۔ جب کوئی جنگی جہاز انکا تعاقب کرتا

تو غلاموں کو جو اوسطاً پانچ سو نفوس ہوتے سمندر میں پھینک دیتے، اگر کسی ساحل کی ناکہ بندی کی جاتی تو سردار قوم مایوس ہو کر لونڈی اور غلاموں کے سر کاٹ کر لکڑیوں پر ایک قطار میں آویزاں کرتا، یہ ہولناک نظارہ اهل جہاز دیکھتے اور دل پکڑ کر رہ جاتے، آخر ماندہ اور درماندہ ہو کر اس قیمتی جبری کاروائی کو ترک کرنا پڑا اور بعد از ہزار رسوائی حکمت اور موعظتہ حسنہ سے لوگوں کو راہ راست پر لانے کی سوجھی - یہ کارخیر آخر پادریوں کے سپرد ہوا، (Social Dialectics)

ہم بیان کرچکے ہیں کہ قرآن نے ''عبد'' کا لفظ کسی انسان کے بارہ میں اس معنی میں استعمال نہیں کیا جو قوموں کے لفظ ''سلیو'' (Slave) اور غلام وغیرہ کا مفہوم ہے - اور ''عبدیت'' (Servitude) اور ''عبودیت'' (Slavery) کو ناقابل عفو گناہ شرک قرار دیا ہے - آنحضرت نے جب کسی قبیلہ کے آدمیوں کو لڑائی میں اسیر کیا تو اصحاب کو مخاطب کرکے فرماتے کہ میرے اپنے حصہ کے اسیر احسان رکھ کر چھوڑدئے تمہارا اختیار ہے کہ میرا اتباع کرو یا فدیہ لے لو - اصحاب بھی آنحضرت کا اتباع کرتے - یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کرنا چاہئے کہ الفاظ ''ما ملکت ایمانہم'' بصیغہ ماضی ہیں - یعنی وہ زیر دست جو پہلے ہی موجود تھے اور قرآن کی کسی آیت کو غلامی کے جواز میں پیش نہیں کیا جا سکتا - بعثت سے پیشتر آنحضرت کا غلام زید بن حارثہ تھا جب آنحضرت کے ہاتھ پڑا تو فوراً آزاد کردیا - بلکہ اس کو اپنا متنبی بھی بنا لیا - آنحضرت کے حسن سلوک کا یہ اثر اس کے دل و دماغ پر ہوا جب اس کے لواحقین اسے لینے کے آئے تو کہا کہ میں اپنی

مرضی سے اس شخص سے مدت‌العمر جدا نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ مرتے دم تک آنحضرت کی صحبت میں رہے ۔ پہلی لڑائی جو رومیوں‌اور اصحاب رسول‌اللہ کو لڑنی پڑی اس میں حضرت زید سپہ سالار تھے' اور آنحضرت کے قریبی رشتہ اور خالد بن ولید اور عمر بن العاص (فاتح مصر) انکے ماتحت تھے اسی جنگ ''موتہ'' میں حضرت زید شہید ہوئے تو دوسری مہم تیار ہوئی اور شہید زید کا بیٹا اسامہ سپہ سالار مقرر ہوا ۔ آپکے ماتحت حضرت عمر کے (خلیفہ دوم) جیسی شخصیت تھی ۔ اصحاب رسول‌اللہ غلام کفار سے خرید کر آزاد کرتے رہے ۔ تین غلاموں کا مذکور حافظ نے اس طرح کیا ہے ۔

''حسن زبصرہ' بلال از عشق' ھیب از شام'
ز خاک مکہ ابو جہل ایں چہ بوالعجبیت''

آپکے اصحابی حضرت مقداد نے اپنے غلام کو کچھ نا ملائم الفاظ کہے' آنحضرت کو خبر ہوئی تو اصحابی کو کہا کہ ابھی تک جاہلیت کا اثر تم لوگوں کے دماغ سے نہیں گیا ۔ آنحضرت کی خفگی کا یہ اثر ہوا کہ حضرت مقداد نے غلام آزاد کردیا ۔ ہر ایک لونڈی اور غلام کا حق شرعا ہے کہ اپنی آزادی خرید سکتا ہے قرآن نے گناہوں کا کفارہ بھی غلاموں کو آزاد کرنا مقرر کیا حضرت عمر نے اپنی خلافت میں اعلان کردیا تھا کہ کوئی عرب خواہ وہ مسلمان نہ ہو غلام نہیں رہ سکتا اور کوئی مسلمان خواہ اسکی قومیت کچھ ہو آئندہ غلام نہیں بنایا جائیگا ۔

لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اگرچہ وہ مذموم غلامی جو قوموں میں رائج تھی مسلمانوں میں کبھی نہیں ہوئی ۔ لیکن ''ماملکت ایمانہم'' جاری رہی' اسکی ذمہ واری نہ تو قرآن

پر ہے اور نہ اس شخص پر جس نے قرآن پیش کیا ۔ لیکن بایں ہمہ مسلمان اس بات پر فخر کرسکتے ہیں کہ انکا سلوک غلاموں سے اخوت کے خدمات سے کبھی خالی نہ تھا ۔ اور یہ کہ انہوں نے غلاموں کو شاہی درجہ تک پہنچا دیا' محمود غزنوی بادشاہ اور ایک غلام بادشاہ کا بیٹا تھا جو ایک اور بادشاہ کا داماد بھی تھا ۔ ہندوستان میں پہلا حکمران خاندان غلامان تھا ۔ مصر میں خاندان مملوک حکمران تھا ۔ خلفاء عباسیہ تمام لونڈیوں کے بطن سے تھے' علاوہ ازیں مسلمانوں میں بڑے پایہ کے عالم بلکہ بعض ائمہ دین غلام بھی تھے' اس غلامی پرتو آزادی بھی رشک کرسکتی ہے' جو بد سلوکی بلکہ ظلم و ستم ہالینڈ اور دیگر یورپی اور امریکی حکومتوں نے غلاموں پر روا رکھا وہ تو تاریخ کے صفحات پر خون کے حرفوں سے لکھا گیا ہے ۔ تاریخ اسلام میں اگر مسلمانوں کے نام پر دھبہ ہے تو اتنا کہ انہوں نے خلاف ہدایات قرآن اور خلاف احکام آنحضرت غلامی جاری رکھی انکا حسن سلوک خواہ کتنا ہی قابل فخر ہو مگر پھر بھی یہ رسم مذموم ہی تھی ۔

زمانہ کا فہم بہت بلند ہوچکا ہے اور تہذیب و تمدن علم و حکمت کا دور دورہ ہے اس لئے "یو این او" سے یہ توقع تھی کہ واضح الفاظ میں وہ بات کہی جو قرآن ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر اعلان کرچکا ہے یہ اصولی بات ہے اسکی تکمیل تو رفتہ رفتہ بتدریج ہی ہوتی ۔ لیکن کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں کی ذہنیت ابھی تک نہیں بدلی ۔

قرآن کے زیر اثر قریب تر زمانہ میں مسلمانوں میں "عبدیت" اور "عبودیت" موقوف ہوچکی تھی لیکن زبر دستوں

کا وجود باقی رھا دیگر غیر مسلم اقوام میں یہ ایسا ھی موجود ھے جیسا مسلمانوں میں' غلامی اپنی بھیانک صورت میں وھاں نظر آتی ھے جہاں اقوام یورپ اور امریکہ کا تسلط غیر اقوام پر ھے -

یہ ناقابل انکار حقیقت ھے کہ جو شخص خداپرست نہ ہوگا ضرور ھے کہ مخلوق پرست ھو اس لئے کہ "عبدیت" اور عبودیت انسان کی فطرت میں ھے جو طالبان علو لوگوں کو اپنی بندگی پر مجبور کرتے ھیں وہ دانستہ یا نادانستہ دعوی خدائی کرتے ھیں فرعون نے بھی حضرت موسی کو یہی کہا تھا کہ

"لئن اتخذت الہا غیری لاجعلناك من المسجونین"

(۹ ۱-۶)

اگر تو میرے سوا کسی اور کی بندگی کریگا تو میں تجھ کو قیدیوں کے ساتھ قید میں رکھونگا.

حضرت موسی تو ایک قوم کو فرعونیت سے آزادی دلانے کے لئے مبعوث ھوئے تھے انحضرت اسی فرعونیت سے عالم انسانی کو آزاد کرنے کے لئے مبعوث ھوئے

انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول فاخذنہ اخذاویبلا فکیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبان السماء منفطر بہ کان وعدہ مفعولا ان ھذہ تذکرہ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا ....

(۹۲-۳۱)

(اے مدعیان علو) ہم نے تمھاری طرف اپنا معزز رسول تم پر (اتمام حجت کے لئے) شاھد بھیجا ھے اسی طرح جس طرح ھم نے اپنا معزز رسول (موسیٰ) فرعون کی طرف بھیجا تھا ۔ تو فرعون نے اسکا کہا نہ مانا تو ھم نے اسکو سخت گرفت میں لے لیا۔

پس تمکو جو اس رسول کا کہنا نہیں مانتے تقویٰ اختیار کرتے ھی بنیگی اس دن جب طفلان (مکتب) کو (پختہ مغز) بوڑھے بنادیگا (اس علم و حکمت کی عام اشاعت کے ساتھ) آسمان کے پوشیدہ حالات اور ممکنات کا انکشاف ھوگا اور یہ وعدہ پورا ھو کر رھیگا۔ اسی کی یاد دھانی یہ (قرآن) ھے تو جو بھی چاھے اپنے پروردگار کی طرف سیدھا راستہ اختیار کرلے۔

' دینی حکومت کے خاتمے کا اعلان تو انحضرت نے خود کردیا۔ دینوی حکومت کی جو گت ان تیرہ صدیوں میں بنتی رھی اور بن رھی ھے اھل نظر سے پوشیدہ نہیں، ایام جاھلیت میں تو شخصی حکومت تھی اب قوموں کی قوموں پر ھے جس میں فرعونیت اسی شان میں جلوہ نما ھے جیسے پہلے تھی، جس طرح فرعون عذاب کی گرفت میں آیا یھ بھی آرھے ھیں جوں جوں عوام میں احساس آزادی پیدا ھوتا جائیگا ارباب حکومت جو آج پہاڑوں کی طرح جمے کھڑے ھیں خاک کے برابر ھو جائینگے ۔

سوال زیر بحث صرف اتنا ھی ھے کہ کیا عالم انسانی ممکن پسندیدہ آزادی ایمان باللہ اور اسکے مناسب عمل کے بغیر حاصل کرسکتا ھے ۔ جسکو ''عمل صالح'' کہتے ھیں' قرآن حکیم اسکا جواب نفی میں دیتا ھے ۔ انسانی آزادی کیا ھے ؟ مخلوق کی بندگی سے کلو خلاصی' ھم کائنات کی بندگی کے لئے پیدا نہیں ھوئے' ھم نے اسے اپنی '' قوت فکریہ'' سے مسخر کرنا ھے' انسان کی شان کائنات کی ھر ایک شے سے اعلیٰ و ارفع ھے ۔

"ہر چیز کہ آفریدہ شد بندہ او"۔ کائنات کی تسخیر قوانین فطرت اور انکے عمل کے علم ہی سے ممکن ہے، اسکو لسان قرآن میں "سنت اللہ" سے موسوم کیا گیا ہے جو کبھی تبدیل و تحویل نہیں ہوتے، اہل فکر پر انکا انکشاف ہورہا ہے، لیکن ملوکیت کی شان شیطنت دیکھو ان علمی انکشافات کو بھی اپنی فرعونیت کا آلہ کار بنا رہی ہے۔ اور اسی میں اسکی تباہی مقدر ہوچکی ہے،

اسی اصل اصول یعنی ایمان باللہ سے تمام احکام شرعیہ لگا کھاتے ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں، اگر اصل اصول تسلیم کیا جائے تو چار و نا چار ان قوانین کو بھی ماننا پڑیگا جن سے اعمال صالح کی تشکیل ہوتی ہے، ان میں سے ایک وہ ہیں جنکا تعلق عقد نکاح سے ہے،

# "عقد نکاح"

اصل اصول اسلام "ایمان باللہ" بلاشائبہ شرک ہے۔ اسی اصل، اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن نے اہل کتاب کو دعوت اتحاد دی۔

"قل یا اہل الکتاب تعالو الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبدالااللہ ولا نشرک بہ شیاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولو ا اشہد وا بانا مسلمون"

(۳۰۱:۵)

کہو کہ اے اہل کتاب آؤ ہم ایک بات (أصل اصول) پر متفق ہوجائیں جو ہم اور تم میں (پہلے ہی تسلیم شدہ) یکساں ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اسکے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھرائیں اور ایک دوسرے کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائیں' پس اگر تم تسلیم نہیں کرتے تو کہو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

" ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ " میں اشارہ اسی دینی اور دنیوی حکومتوں کا ہے جسکا مذکور ہوچکا ہے' اہل کتاب اگر شرک سے کنارہ کریں تو انکے ساتھہ عقد و مناکحت ۹ جائز ہے' چنانچہ ارشاد ہے کہ

> " الیوم احل لکم الطیبت و طعام الذین اوتوالکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم و المحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوالکتاب من قبلکم اذا اتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان و من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ و ھو فی الاخرۃ من الخاسرین " (۵-٦)

آج دن سے تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئیں اور ان لوگوں کا طعام جنکو کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا طعام انکے لئے حلال ہے اور وہ عورتیں جو مومنات (تم میں سے ہیں) انکو قید نکاح میں لانا اور انکو جو ان لوگوں میں سے ہیں جنکو پہلے کتاب دی گئی حلال ہیں جبکہ

---

۹- یاد رہے کہ تمام انبیا و رسل لوگوں کو اپنا بندہ بنانے کے لئے مبعوث نہیں ہوئے وہ لوگوں " ربانین" اللہ والے بنانے کے لئے آئے - اس لئے کسی ایک رسول پر ایمان کل رسل پر ایمان ہے اور کسی ایک کا انکار کل رسل کا انکار ہے اگر شرارتاً ہو - نیک نیتی سے کسی ایک کا اقرار سب کا اقرار ہے'

تم نے انکا زر مہر ادا کردیا بشرطیکہ انکی غرض قید نکاح میں آنا ہو نہ محض شہوت رانی نہ (نکاح کی آڑ میں) اوروں سے یارانہ گانٹھنا اور' اور جو ایمان لائے ہوئے کفر کرے تو یقیناً اسکا عمل کھویا گیا اور وہ انجام کار گھاٹے میں رہیگا۔

ہمارے موضوع کا تعلق صرف اس آزادی سے ہے جو مرد و زن کو نکاح کے بارہ میں حاصل ہونی چاہیے

نکاح کی غرض محض شہوت رانی نہیں ہے قرآن نے واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ محصنین غیر مسافحین (۵-۱) نکاح کی غرض یہ ہے کہ فطری تقاضہ کے ساتھہ پرہیزگاری اور راستبازی اور عفت کی خوبی بھی انسان پیدا کرے' قرآن حکیم نے مومن مسلمانوں کو ایسے ذکور وانات سے رشتہ مناکحت قائم کرنے سے قطعاً منع کردیا ہے جو مشرک یا مشرکہ ہے, اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ جہاں شرک ہے وہاں حریت ومساوات مفقود ہے ۔ اور جو شخص بھی گناہ کا مرتکب ہو خواہ مرد ہو یا عورت کسی مومن مرد اور مومن عورت کے مناسب نہیں کہ رشتہ نکاح قائم کرے۔ ارشاد قرآن ہے کہ

"الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبت للطیبین
والطیبون للطیبت" (۱۸-۹)

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہی مناسب ہیں

جو پروانہ آزادی "یو این او" نے اپنے قرطاس حریت و مساوات کے آرٹیکل نمبر۱۶ میں ہر انک مرد و زن کو بیک جنبش قلم دیدیا ہے وہ "وام مارگ" کے مناسب تو ہے ۔ لیکن

میں اتنی بھی قابلیت ھے کہ ایک لونڈی کا خرچ برداشت کر سکے' اور اگر کر سکتا ھے تو تقاضائے ایمان واخوت یہ ھے کہ وہ نکاح کی اجازت دیدے۔ یہ اجازت صرف ان بے مقدور لوگوں کے لئے ھے جو بدکاری سے بچنا چاھتے ھیں، لیکن اس پر بھی یہ حکیمانہ مشورہ دیا گیا ھے کہ اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ھے' نکاح میں بالکل بندش تو نہیں لیکن جہاں تک حقوق کا تعلق ھے یہہ مشورہ حکیمانہ ھے کہ بے مقدور جب تک صاحب مقدور نہ ھوں صبر کریں اور اگر نہیں کر سکتے تو اسے قرآن حکیم ایک بے اعتدالی قرار دیتا ھے جو ان حالات میں قابل عفو ھے' ارشاد قرآن ھے کہ

> انکحوا الایامی منکم والصلحین من عباد کم وامائکم' ان یکونوا فقرآء یغنیھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم' ولیستعفف الذین لا یجدون لکاحاً حتی یغنیہم اللہ من فضلہ'' (۱۸-۱۰)

اور اپنے میں سے بیوگان سے نکاح کرو اور اپنے غلام صالحین سے اور اپنی لونڈیوں سے اگر تم میں سے بے مقدور ھوں تو اللہ انکو اپنے فضل وکرم سے غنی کردیگا۔ اور اللہ کشائش والا جاننے والا (تمہارے حالات اور انسانی کمزوریوں کا) ھے' اور مناسب بھی ھےکہ وہ پاک دامن رھنے کی کوشش کریں جو نکاح کا مقدور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ انکو اپنے فضل وکرم سے غنی بنادے

قرآن حکیم نے نکاح کے بارہ میں مفصل ھدایات بیان فرمائی ھیں یہہ ایک اھم مستقل موضوع ھے لیکن اس مختصر رسالہ میں اس پر تفصیلی بحث کی گنجایش نہیں' جہاں تک حقوق انسانی کا

تعلق ہے یہی اشارات کافی ہیں' ہمیشہ زبردست لوگ زیر دستوں کے حقوق ہی تلف کیا کرتے ہیں جو خود زبردست ہیں انکے حقوق میں رخنہ ڈالنے کی جرائت بہت کم لوگ کرتے ہیں لیکن زیردست کی فریاد کوئی نہیں سنتا یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے انھی لوگوں کے حقوق کی حفاظت کی طرف خاص توجہ دلائی ہے

بیوگان کو سر پرست مرد کی ضرورت ہے' اور اگر پہلے خاوند سے کچھ چھوٹے بچے بھی ہوں تو یہ ضرورت فوری توجہ کا تقاضہ کرتی ہے - صالح غلام اور لونڈیاں تو پرائے بس میں ہوتی ہیں - مناسب ہے کہ انھی کا عقد نکاح باھمی ہو - اور بیوہ عورت کا نکاح ایسے مردوں سے جو رنڈوے ہوں' اور بالکل بے مقدور ہیں انکو اسوقت تک انتظار کرنا چاہئے جب تک وہ اپنے اھل وعیال کا خرچ برداشت کرنے کے قابل نہ ہوں'

کہتے ہیں کہ جو بھی جھگڑا اٹھتا ہے اسکی تہ میں زریا زن یا زمین ہوتی ہے' اگر ان ہدایات پر عمل کیا جائے جو قرآن حکیم نے اس بارہ میں بیان فرمائی ہیں تو نظام معاشرت کی اکثر خرابیوں کی اصلاح خود بخود ہو جائیگی ان ہی اصلاحات میں سے ایک وہ ہے جسکی وجہ سے مسلمانوں کو وہ لوگ مطعون کرتے ہیں جنکے ہاں کوئی معقول اصول ہی ان معاشری خرابیوں کی اصلاح کا نہیں' جب تک دنیا بے اصول زندگی بسر کر رہی ہے جنگ وجدل کا بازار گرم رہیگا - ہم نے اپنے زمانہ کے انھی بے اصول قوموں کو سخت خونریز لڑائیوں میں الجھتے ہوئے دیکھا اور جب انکی قوت نفوس میں کمی واقع ہوئی تو قوم کو زیادہ سے زیادہ اولاد پیدا کرنے

کی ترغیب دی، ایسے جنگ میں زیادہ تر مرد ھی کام آتے ھیں اور اپنے پیچھے بیوگان اور یتامی چھوڑ جاتے ھیں، اگر انکی مناسب سر پرستی نہ ھو تو ظاھر ھے کہ قومی وقار کو سخت صدمہ پہنچیگا، ھمارے ھندوستان میں ''ستی'' کی رسم تھی، جسکو برطانوی گورنمنٹ نے قانوناً قابل سزا جرم قرار دیا، اور دیگر اقوام میں کچھ ایسے ھی آئین وقوانین ھیں، قران نے عورت کو نکاح پر مجبور نہیں کیا اگر کوئی بیوہ عقد ثانی کے بغیر اپنی عزت محفوظ رکھ سکتی ھے تو اسکا اختیار ھے لیکن الشاذ کالمعدوم، جب کسی قوم میں کسی وجہ سے عورتوں یا بیوگان کی تعداد زیادہ ھو جائے تو ان حالات میں اس کے سوا چارہ نہیں کہ مقدور والوں کو چار تک جیسے کہ حالات ھوں اجازت دی جائے - چونکہ یہ کمتر برائی ھے جسکو ضرورۃ اختیار کرنا پڑتا ھے اس میں صنف ضعیف کے حقوق تلف ھونے کا بھی خطرہ ھے، قران نے اسکا ممکن سد باب کیا - اور یہ شرط عائد کردھی کہ وہ لوگ اس رعایت وقتی کا فائدہ اٹھا سکتے ھیں جو عورتوں میں عدل قائم رکھ سکیں یعنی ھر ایک عورت کے حقوق ایک جیسے ادا کریں، اور اگر نہ کر سکیں'' فواحدہ'' تو ایک ھی انکے لئے کافی ھے - اور یہ بھی واضح الفاظ میں بتا دیا کہ خواہ تم کتنی ھی کوشش کرو تم صحیح معنی میں عدل قائم نہیں رکھ سکتے اس لئے تم سے اتنی توقع ھے کہ ایک ھی طرف نہ جھکو نہ کسی عورت کو معلق چھوڑ دو

یہ حقیقت بھی اچھی طرح ذھن نشین کرنی چاھئے کہ آئین وقوانیں کا اطلاق کسی ایسے فرد بشر پر نہیں ھوتا جو کسی پہاڑ کی غار میں زندگی بسر کر رھا ھو، اسکی ضرورت تمدنی زندگی میں لاحق ھوتی ھے، اس لئے جہاں حقوق انسانی

کا سوال پیدا ہوگا وہاں صرف کسی فرد واحد کی آزادی کا خیال نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس جماعت یا قوم کا ہوگا اور قومی مفاد کے لئے کچھ پابندی بھی افراد کی آزادی پر لگانی پڑیگی' اگر ہم قوموں کی تاریخ کا یہ تعلق نکاح یا بہ تعلق زن ومرد مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے اپنے زمانہ میں ''روسو،، جیسا روشن دماغ مفکر کہتا ہے کہ ''عورت مرد کی خدمت کے لئے پیدا ہوئی ہے،، عورت جسکے بطن سے مرد پیدا ہوتا ہے جو قران کے الفاظ میں اپنے پیٹ میں اسکی پرورش کرتی ہے' اور ابھی کل کی بات ہے کہ اہل یورپ کا عقیدہ باطلہ یہ تھا کہ عورت میں روح ہی نہیں ہوتی - اور یہہ کہ ہر ایک گناہ کی اصل عورت ہی ہے - قرآن نے عورت کا درجہ اتنا بلند کیا کہ اسکو مرد کے برابر حقوق دئیے - اور اسکے فطری ضعف کا خیال رکھتے ہوئے مرد کو ذمہ دار ٹھرایا کہ اسکی جان ومال اور ننگ و ناموس کی حفاظت کرے - اور یہہ مفہوم ہے ''الرجال قوامون علی النساء،، کا

,,نکاح،، ایک حکیمانہ عمل معاشرت ہے'اس کی ضرورت کا احساس ان حقوق سے پیدا ہوتا ہے جو مرد کے عورت پر اور عورت کے مرد پر نظام معاشرت میں ہیں - اور ان حقوق سے ذہن میں آتا ہے جو اولاد کے والدین پر فطرتاً ہیں

جب آرٹیکل نمبر ۱۰ میں یہ ہر ایک شخص کا حق قومیت تسلیم کیا گیا ہے اور کسی شخص کو بلاوجہ معقول اس حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا البتہ وہ خود ہی اس سے دست بردار ہو تو اسکا اختیار ہے اور تیسرا آرٹیکل نمبر ۱۶ (شق ۳) میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر

حکیمانہ تہذیب ایسے تسلیم کرنے سے معذور ہے، ہم نے یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ نکاح میں اتنی آزادی سوسائٹی کو فاحشہ تو نہیں بنا دیگی ۔ اور اگر فحاشی میں بھی ڈھیلے بندوں آزادی ہو تو انسان بہائم سے بدتر ہو جائیگا ۔ اور حقوق زوجیت بھی تلف ہوتے رہینگے ۔

قرآن حکیم سوسائٹی کو ایسی صورت میں ڈھالنا چاہتا ہے جو صحیح معنی میں ''مہذب'' ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک ان ہدایات پر عمل نہ ہو جو قرآن اس بارے میں مفصل بیان فرما رہا ہے' قرآن شادی شدہ مرد اور عورت کو محصن اور محصنہ سے موسوم کرتا ہے'' ''محصن'' قلعہ کو کہتے ہیں ۔ نکاح کے ذریعہ زن و مرد اپنے آپ کو برضا و رغبت ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ کر لیتا ہے کہ ابتدا ہی سے وہ اس رشتہ کو اتنا مضبوط سمجھتے ہیں کہ مرتے دم تک نہ ٹوٹے ۔ اور نکاح کی وجہ سے مرد کے عورت پر اور عورت کے مرد پر مساوی حقوق ہیں۔ نہ مرد اور نہ عورت جب تک قید نکاح میں ہیں بالکل آزاد ہیں کہ من مانی کارروائی کریں' ضرور ہے کہ وہ عفت بہر حال قائم رکھیں' اس بارہ میں سورہ نساء اور سورہ نور کی آیات میں تدبر کرنا چاہیے' آرٹیکل نمبر ۱۶ کی شق نمبر ۱ میں آیات کی روشنی میں ترمیم کی ضرورت ہے' لیکن شق نمبر ۲ و ۳ سے ہمیں اتفاق ہے۔ یہ قرآن حکیم کی تصدیق ہے،

**رعایت اصلاح**۔عموماً غیر مسلم اقوام کو غلط فہمی اس سے ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں ایک مرد یک وقت چار عورتوں تک نکاح کر سکتا ہے ۔ اور اس میں بھی کچھ کلام نہیں کہ مسلمانوں میں ایک خاص طبقہ کے لوگوں نے اس اجازت کا

ناجائز فائدہ اٹھایا ھے جو قرآن حکیم نے خاص حالات میں دی' لیکن هم پھر بھی کہینگے کہ اسکی ذمہ داری قرآن پر عائد نہیں ہوتی' حقیقت یہی ھے اور قرآن حکیم نے اسے واضح طور بیان کیا ھے کہ تقاضائے عفت جو تقوی سے لگا کھاتا ھے یہی ھے کہ ایک مرد کے لئے ایک ھی عورت ھے۔ ان میں مہر محبت فطری جذبہ ھے اس کا تقاضہ بھی یہی ھے' اور ''عدل'' کا مطالبہ بھی یہی ھے کہ ''واحدہ'' ۔ جب کرہ ارض پر انسان ''لم یکن شیئاً مذکورا'' (۲۹-۱۹)

''صرف نفس واحدہ'' تھا تو فطرت کو یہی منظور تھا کہ اسکا جوڑا ایک ھی ھو ۔ حالانکہ اسوقت تمام کرہ ارض خالی پڑا تھا ایک جوڑا سے ایک خاندان اور ایک خاندان سے قبیلہ اور قبیلہ سے ایک قوم اور قوم سے یہہ کثرت ھوئی جو مشاھدہ ھو رھی ھے ''ڈارون لکھتا ھے کہ ایک دانہ گندم کا حاصل اگر ضایع نہ ھوتو پچیس سال کے عرصہ میں تمام روئے زمین کو خرمن بنادیگا ۔ اسلام دین الفطرت کل کائنات کا ھے

'له اسلم من 'فی السموات والارض طوعاً و کرھاً''

اور اسی دین کی نسبت ارشاد قرآن ھے کہ

'' فطرت اللہ التی فطرالناس علیها، لا تبدیل لخلق اللہ

ذلک الدین القیم'' (۲۱-۸)

اور ارشاد ھے کہ

فاقم وجھک للدین القیم'' (۱۲-۸)

یعنی وہ قوانین فطرت جن سے یہہ نظام عالم قائم ھے اور جن کے تحت ھر ایک شے کا ارتقا اس مقصد کی تکمیل کے لئے ھو رھا

ھے جو اس شے کی تخلیق کا ھے نا قابل تغیر وتبدل ھیں، لسان قرآن میں انھیں ''سنت اللہ'' سے موسوم کیا گیا ھے یہ دین القیم ھے اور اسی کا نام'' اسلام'' ھے - یعنی قوانین فطرت کا اتباع اور اطاعت اور اسی میں پسندیدہ زندگی اور مقصد حیات کا راز مضمر ھے -

اصل اصول تو یھہ ھے کہ ایک مرد کے لئے ایک عورت اور قرآن نے اس پر ایک پابندی اور بھی لگا دی ھے کہ مرد اس لایق ھو کہ اپنی اھل وعیال کی سر پرستی کر سکے اور اگر نہ کر سکے تو اس کو اول یھہ قابلیت پیدا کرنی چاھے اور جب تک نہ کرے ضبط نفس اور تقوی سے کام لے روزے رکھے ''صیام'' ان حالات میں ایک نالایق کے لئے اصولاً ,,وبال,, ھے (۷-۲) ایک نالایق خاوند عورت کے حقوق ادا کرنے کے قابل نہیں ھوتا۔ اس بارہ میں آیات قرآن میں تدبر کرنا چاھئے:-

'' ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنت المؤمنت فمن ما ملکت ایمانکم من فتیتکم المؤمنت واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض فانکحوھن باذن اھلھن واتوھن اجورھن بالمعروف محصنت غیر مصفحت ولا متخذات اخذان فاذا احصن فان اتین بفاحشتہ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب ذالک لمن خشی العنت منکم و ان تصبروا خیر لکم، واللہ غفورالرحیم'' (۵-۱)

اور جو شخص تم میں سے مقدور نہیں رکھتا کہ آزاد ایمان دار بیسویوں سے نکاح کر سکے تو جو جوان عورتیں تمھارے زیر دست ھیں (لونڈیاں) ان سے نکاح کرے - اور اللہ تمھارے ایمان

کے درجہ کو تو جانتا ھی ھے، بعض تمہارے بعض سے ھیں، (اس لئے تقاضائی ایمان یھی ھے کہ ان لونڈیوں کے مالک ان لوگوں کو جو صاحب مقدور نہیں نکاح کی اجازت دیدیں اور جو شخص صاحب مقدور نہیں چاھئے کہ وہ ان لونڈیوں سے نکاح ان مالکوں کی اجازت سے کریں اور دستور کے موافق ان لونڈیوں کو بھی انکی خدمات (خانہ داری) کا اجر دیتے رھیں اور وہ بھی قید نکاح میں رھیں اور نکاح کو بدکاری کی آڑ نہ بنائیں اور نہ کسی اور غیر مرد سے نا جائز تعلق رکھیں اور اگر ان سے بے حیائی سر زد ھو تو انکی سزا اس سے آدھی ھے جو آزاد بیاھتا عورتوں کے لئے مقرر ھے، یہ اجازت اس لئے ان بے مقدور لوگوں کو دی جاتی ھے کہ ان کو ڈر ھو کہ مبادا وہ بدکاری کے مرتکب ھوں' اور اگر تم ضبط نفس سے کام لو تو تمہارے لئے بہتر ھے اور اللہ بخشنے والا مہربان ھے،

ان آیات میں لونڈی اور غلاموں کے حقوق انسانیت کی ممکن حفاظت کی گئی ھے قرآن حکیم آزاد مردوں کو ان سے نکاح کے بارہ میں اس لئے رکاوٹ ڈالتا ھے کہ ھر ایک آزاد مرد جو صاحب مقدور ھو اگر عام اجازت ھوتی تو اونڈیوں ھی سے نکاح کرتا کہ اس میں مالی بچت اور سہولیت تھی، اس طرح ایک طرف تو آزاد دو شیز گاں کا حق تلف ھوتا اوردوسری طرف غلام مردوں کو کوئی نہ پوچھتا۔ اور لازماً بے حیائی شایع ھوتی، اس لئے اصولاً آزاد مرد کے لئے آزاد عورت اور غلام کے لئے لونڈی سے ھی نکاح مناسب ھے، بے مقدور لوگوں کے پاس تو لونڈیاں نہیں اس لئے ضرور ھے کہ وہ ان لوگوں سے درخواست کریں جو صاحب مقدور لونڈیوں کے مالک ھیں اب یہ فرض ان مقدور والوں کا ھے کے دیکھیں کہ بے مقدور

تسلیم کیا ' ان میں سے ایک تجارتی ہے کہ ایک صاحب مقدور کسی کی بیٹی یا بہن خرید کر لاتا ' یہ نکاح بزور زر ہے اور دوسرا بزور قوت کہ جو چاہے زبردستی کسی کی بیٹی یا بہن کو اڑا لائے ' ارجن نے اپنے گورو کی بہن سوبھدرا کو اسی طرح اغوا کیا - " متعہ " قوموں میں قدیم الایام سے رائج تھا اس میں تعلق زن و مرد بعوض رقم مقررہ فریقین خاص مدت تک مقرر کی جاتی ہے - اسکے بعد فریقین میں خود بخود تفریق ہو جاتی ہے - یہ اور اسی قبیل کے نظریے بلا شبہ انسانی حکمت پر جسکو فلسفہ کہتے ہیں مبنی ہیں ' لیکن ان میں سے ایک بھی کامیاب نہیں ہوا - اس تلخ تجربہ کے بعد جسکی ذائقہ شناس قومیں ہو چکی ہیں مناسب تو یہ تھا کہ کچھہ عقل و ہوش سے کام لیتے اور بصر و بصیرت سے تقاضائی فطرت انسانی سمجھتے ' " یو این او " کے اعلان در بارہ نکاح کو اگر منطقی نتیجہ تک لایا جائے تو ہر ایک نظریہ کی جسکا مذکور سطور بالا میں کیا گیا ہے تائید ہی کرتے بنیگی '

اس بیوقوف حکیم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی تھی کہ اگرچہ خوبصورتی جاذب دل و دیدہ ہے مگر " دل کے دینے کے ڈھنگ اور ہی ہیں " - آج بھی سفیدفام عورتیں حبشیوں کو پسند کرتی ہیں '

# معاشیات اور ذاتی ملکیت

ذاتی ملکیت (Individual Property) کا سوال جیسا اہم ہے ویسا ہی اسکا حل مشکل ہے - اور ہر ایک ملک اور قوم کے بہترین دماغ کی ذہنی کاوش بھی ایسا حل معلوم نہ

کر سکی جس سے انفرادی حقوق ملکیت بلکه عام حقوق انسانی کا مسئله سلجھ جاتا، ،،یو این او'' میں همارے زمانے کے اعلی پایه کے مفکر هر ایک قومی حکومت کے نمایندے هیں اس لئے توقع یه تھی که یه علم وحکمت اولیں کے بھی وارث هیں اور خود بھی مفکرین هیں انہوں نے کوئی نه کوئی حل ضرور نکال لیا هوگا ۔ ان حضرات نے جو اعلان حریت ومساوات شایع فرمایا هے اسکی چند دفعات پر هم بحث کر چکے هیں، ذاتی ملکیت کے بارے میں آرٹیکل نمبر ۱۷ کی شق اول یه هے که هر ایک شخص کو حق حاصل هے که انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں جائیداد کا مالک هو اور شق دوم میں هے که کوئی شخص بلا وجه موجه اس حق ملکیت سے محروم نہیں کیا جائیگا'

مسئله ملکیت کا یه کوئی معقول حل نہیں هر ایک شخص پہلے بھی مالک تھا اور اب بھی هے پہلے بھی قوموں کی حکومت غیر اقوام کے ذرایع زندگی پر تھی اور اب بھی هے لیکن ملکیت کے درجات هیں ایسے بھی هیں جو نان شبینه تک محتاج هیں ۔ اور ایسے بھی هیں جنکو ایک دن' ایک وقت فاقه کرنا پڑتا هے ۔ ایسے بھی هیں که آگئی تو روزی ورنه روزه اور عالم انسانی میں انکی اکثریت هے' برطانیه کو کیا پڑی تھی اور امریکه کو کس نے مجبور کیا تھا' که غیر ممالک کے ذرایع زندگی پر قبضه جمائیں، وه کسی نه کسی صورت میں ایشیائی اور افریقی ممالک میں حق ملکیت بھی حاصل کر چکے هیں' جب هر ایک شخص کو انفرادی اور اجتماعی صورت میں یه حق حاصل هے اور دونوں صورتوں میں زیاده سے زیاده ملکیت کا حق رکھتا هے خواه اس مقصد کے ذرایع مختلف هوں' تو

یہ آزادی تو ایک معنی میں ضرور ہے جو کسی واحد شخص کو یا کسی قوم کو جسکا یہ شخص فرد ہے حاصل ہے' اور پہلے سے حاصل ہے' اور اس ''اعلان،، کے ذریعہ جو عالمگیر اعلان،، Universal Declaration ہے اور جس پر مہرتوثیق اکثر حکومتوں نے ثبت کردی ہے یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ کسی فرد بشر یا کسی قوم کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی فرد بشر یا کسی قوم کی حاصل کردہ ملکیت میں رخنہ انداز ہو - ظاہر ہے کہ کمزور کو اتنی جرأت کہاں ہو سکتی ہے کہ زبر دست کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے' البتہ زبردست کے لئے اس اعلان میں یہ فائدے کی بات ہے کہ اسکی جائز یا ناجائز کمائی تو محفوظ ہے - اگر کبھی کسی ''ازم،، نے شورش برپا کی تو ہر ایک حکومت جسکی پشت پناہ ''یو این او ہے،، اسکے حواس خمسہ درست کردیگی، اور کر رہی ہے

اس آرٹیکل کے الفاظ اتنے صاف اور واضح ہیں کہ انکا مفہوم اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ چند سرمایہ داروں نے اسے اپنے مفاد کے لئے وضع کیا اور دوسروں نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملادی کہ انکی روزی کا سامان بھی شاید کچھ ہو جائے - بہر حال اسوقت جو خود مختار یا نیم خود مختار یا بے اختیار (Non-self Governing) ممالک ہیں سب اس عالمگیر اعلان کے پابند ہیں اس لئے ہم دیکھتے ہیں بحثیت مسلمان ہم کس حد تک اسکی تائید کر سکتے ہیں' اور یہ کہ قرآن حکیم کا ارشاد ذاتی ملکیت (Personal Property) جو کسی شخص واحد کی ہو یا من حیث القوم ہو کیا ہے -

حق ملکیت قرآن شروع سے آخر تک پڑھ جائیے اس میں آپکو یہی ملیگا کہ کل کائینات کا خالق اور مالک اور رب

ایک ذات واحد اللہ تعالی کی ہے' اس لئے ارشاد قرآن ہے کہ

"الا لہ الخلق و الا مر تبارک اللہ رب العلمین"
(۸-۱۴)

یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ کسی شے کا پیدا کرنا اور اس شے کی تخلیق کا مقصد ٹھہرانا اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے اسکی ربوبیت کرنا اللہ ھی کا کام ہے اور مقصد یہ ہے کہ وہ ان برکات سے بہرہ‌ور ہو جو تمام کائنات کے خالق اور رب اور واحد حاکم کے نہ ختم ہونیوالے خزانہ غیب و شہادت میں موجود ہیں

اس آیت مبارکہ میں ایک اصل اصول واضح کیا گیا ہے کہ حق ملکیت کسی شے کا اسی کو حاصل ہے جو اس شے کا خالق ہے اور اس شے کی تخلیق کا مقصد بھی وھی مقرر کرتا ہے اور تکمیل کے لئے اس شے کی ربوبیت بھی کرتا ہے' یہ حق کسی مخلوق کو نہیں پہنچتا' انسان تو ایک ذرہ بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ اور اس کو تو ابھی یہ بھی کما حقہ معلوم نہیں ھوا کہ اسکا اپنا مقصد حیات کیا ہے؟ اس آیت میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ ایسی شے میں تصرف کا حق جسے عرف عام میں حق حکومت کہتے ھیں اسی کو حاصل ہے جو اسکا خالق اور مالک اور رب ہے' یہ مفہوم لفظ "امر" کا ہے جس میں مقاصد حکومت سب آجاتے ھیں' حکم اور امر دونوں عربی الفاظ ھیں' حکم میں ایک خاص مفہوم ہے اور امر میں عمومیت ہے' حق "ملکیت" کا مفہوم یہ ہے کہ مالک اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے کوئی اسے پوچھنے والا نہ ہو' ارشاد قرآن ہے کہ

"لا یسئل عما یفعل و ہم یسئلون" (۲-۱۷)

اللہ جو چاہے اور جس طرح چاہے اپنی مخلوقات میں تصرف کرتا ہے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں اور وہ تمام مخلوق اپنے اعمال کے جواب دہ ھیں۔

ایک خاندان جو کوئی مرد و زن بذریعہ نکاح بنائیں فطرۃ اور اصولاً سوسائٹی میں شامل ھے اور مستحق ھے کہ سوسائٹی اور سٹیٹ انکے حقوق کی حفاظت کرے۔ تو حقوق یک طرفہ نہیں ھوسکتے ۔ سوسائٹی اور سٹیٹ کا بھی اس پر ایسا ھی حق ھے کہ وہ جہاں تک معاملہ نکاح کا تعلق ھے ان آئین و قوانین کا پابند رھیگا جو سوسائٹی یا سٹیٹ وضع کرے ۔ لیکن جہاں آئین و قوانین اور انکی تعمیل واجب ھو وھاں انفرادی آزادی کو اجازت نہیں کہ قانون کی حدود سے باھر قدم رکھے ۔

سورہ احزاب کے شروع میں ایک فہرست ذکور واناث کی دی گئی ھے، اس فہرست مین دو باتوں کا مذکور نہیں، ایک حسن صورت اور دوسری دنیوی مالی وجاھت، اس لئے کہ ان باتوں کے ھوتے جسکا مذکور سورہ احزاب کی آیات میں ھے یہ دونوں یا ان میں سے ایک ھو تو بہتر ایکن ان خوبیوں میں سے ایک بھی نہ ھو جو آیات میں مذکور ھیں تو محض حسن صورت پر فریفتہ ھونا یا مال و دولت کی طمع پر نکاح کا طالب ھونا پست فطرت لوگوں کا کام ھے اور کسی مومن مسلمان کے مناسب نہیں ،

لیکن یہ ضرور ھے کہ ان خوبیوں کے ھوتے جو مرد و زن کے ''حسن سیرت'' سے موسوم ھیں مرد میں اتنی قابلیت ضرور ھونی چاھئے کہ وہ اپنے اھل وعیال کی سر پرستی پسندیدہ طریق پر کرسکے جیسا کہ ھم نے بحوالہ آیات واضح کیا ھے۔

ارشاد قرآن ھے کہ

'' عاشروھن با المعروف '' فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا او یجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (۴-۱۴)

اور اپنی بیویوں سے دستور معاشرت کے موافق برتاؤ کرو اور اگر وہ تمہیں (باعتبار صورت یا کسی اور وجہ سے) مکروہ بھی معلوم ہوں تو ہو سکتا ہے کے ایک شے تمہیں بظاہر مکروہ نظر آئے مگر اللہ نے اس میں بہت خوبیاں رکھی ہوں۔

" لاتنکحو المشرکت حتی یؤمن' ولامة مؤمنة خیر من مشرکة و لو اعجبتکم' ولا تنکحوالمشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک و لواعجبکم' اولئك یدعون الی النار' واللہ یدعوا الی الجنة والمغفرة باذنه' ویبین ایته للناس لعلهم یتذکرون " (۲-۱۱)

اور مشرکہ عورتوں سے نکاح مت کرو جب تک کہ وہ ایمان (توحید پر) نہ لائیں ایمان والی لونڈی مشرکہ عورت سے بہتر ہے اگرچہ (مشرکہ بوجہ جنس صورت یا کسی اور وجہ سے) تمہارے دل کو بھائے۔ اور مشرکوں سے نکاح مت کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ مومن غلام بہتر ہے مشرک مرد خواہ وہ تمہیں بھائیے وہ تمہیں آگ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اللہ تمہیں جنت اور مغفرت کی طرف دعوت دیتا ہے اپنے اذن سے اور لوگوں کو جو اہل ایمان ہیں اپنی آیات بیان فرماتا ہے) تاکہ وہ تذکر سے کام لیں۔

انماالمشرکون نجس (۱۰-۱۰)

تحقیق مشرک لوگ گندے ہی ہیں

الزانی لا ینکح الا زانیة او مشرکة' والزانیة لاینکح الا زان او مشرک' حرم ذالك علی المومنین (۱۸-۶)

زانی زانیہ سے ہی نکاح کرے یا مشرکہ سے اور زانیہ زانی سے نکاح کرے یا مشرک سے اور مومن مرد و زن پر ان سے نکاح حرام کیا گیا۔

ان آیات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو نکاح کے بارہ میں بالکل آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ اور "یو-این-او" کے قرطاس حریت کے آرٹیکل نمبر ۱۶ شق نمبر ۱ میں جو مذکور ہے کہ بالغ مرد و زن بلا لحاظ مذہب وملت

و نسل وقومیت نکاح کا حق رکھتے ھیں'' ان آیات بنیات کے ھوتے کم از کم مسلمان تو اس حق کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ نکاح کے جائز یا نا جائز کا سوال زیر بحث نہیں وہ تو آخر نکاح ھی ھے جو زانی یا زانیه مشرکه عورت یا مشرک مرد سے کریگی' لیکن سوال یه ھے که جب اسکی حرمت نص قرآنی میں آچکی ھے تو مومن اور مومنه ان سے نکاح میں مجاز نہیں ھیں۔

امتیاز نسل قومیت اور اختلاف مزھب وملت و الوان ولسان اور تفریق جماعتی جب تک عالم انسانی میں ھے اور اس کا احساس لوگوں کے دلوں میں ھے تب تک وہ حریت و مساوات جو فقھاً '' یو این او '' کے اعلان میں نشر کی گئی ھے محض مجذوب کی بڑ ھے۔ غلط فہمی پیدا نه کی جائے اور ھماری تنقید سے یه نتیجه اخذ نه کیا جائے که ھم '' یو این او '' کی کوشش کو به نظر استحسان نہیں دیکھتے' لیکن جیسا که ھم اس مقاله کے آخر میں واضح کرینگے ابھی تک ان حضرات کے ذھن میں باھمه ادعائی علم و حکمت حریت و مساوات کا صحیح تصور صاف صاف ممیز پیدا نہیں ھوا۔ اور '' اخوت '' کا مقام تو اعلیٰ و ارفع ھے جسکی طرف اس اعلان کے آرٹیکل نمبر ۱ میں اشارہ کیا گیا ھے '

جن حضرات کی تواریخ امم پر نظر ھے انکو تو معلوم ھی ھوگا که یه مجوزہ آزادی دربارہ عقد نکاح کوئی نیا نظریه نہیں۔ قوموں نے اسکا بھی تجربه کیا اور اس نظریه کو منطقی نتیجه تک بھی پہنچایا ' مصر اور یونان اور ایران اور ھندوستان میں ایسے '' ملت '' یا مذاھب پیدا ھوئے اور اب بھی ھیں جنکو ''وام مارگ'' کہتے' ھیں '' نیوگ '' ھندوستان میں قدیم الایام

سے جاری تھا کیونکہ ھندؤں کے ھاں کسی کا بے اولاد مرنا "سورگ" سے محروسی تھی اس لئے قوموں میں "تبنیت" نے جس کو اسلام نے غیر فطری قرار دیا قانوناً تسلیم کر لیا تھا کہ کسی شخص کی حقیقی اولاد غیر شخص کی اولاد اسی طرح ھو سکتی ھے جس طرح ایک درخت کی شاخ دوسرے درخت میں پیوند ھو کر پہلے سے منقطع ھو کر دوسرے کا جسم و جان بن جاتی ھے - ھمارے زمانہ میں "آریہ سماج" نے اس پرانی رسم کو پھر سے جاری کیا' منطقی استدلال کی بنا پر حکما نے ایک ایسی جماعت بھی پیدا کردی جو نسل انسانی کو بہتر بنانے پر مامور تھی ٹھیک اسی طرح جس طرح اصطبل میں اچھی نسل کے گھوڑے اور بیل اس کارخیر کو سر انجام دے رھے ھیں' حکیم "میزدک" کا نظریہ یہ تھا کہ انتہائی ظلم ھے اگر ایک حسنہ کسی مکروہ صورت کی بیوی ھو' اور مکروہ شکل کی عورت کسی صاحب جمال کی بیوی ھو' ایک نو جوان تنومند تو عورت کی صورت کو ترسے اور تونگر کھوسٹ مزے میں رھے اس لئے اسکا نظریہ یہ تھا کہ نکاح کے بارہ میں مرد و زن بالکل آزاد رھیں اور اگر ایسی صورت پیدا ھو جائے جسے وہ بے جوڑ سمجھتا ھے تو واجب ھے کہ تونگر اور مکروہ صورت خاوند اپنی بیویوں کو کچھہ عرصہ کے لئے خوبصورت جوانوں اور مفلس آدمیوں کے پاس بھیجدے - شہنشاہ ایران "قباد" نے مزد کی مذھب تسلیم کر لیا اور یہ راج دھرم ھو گیا نو شیروان کے عہد میں حکیم بزرجمہر نے اس نظریہ کی بیہودگی واضح کی' رد عمل شروع ھوا تو مزدک قتل کیا گیا لیکن یہ مذھب ابھی ایک اور صورت میں زندہ ھے - ھندوستان میں آٹھہ قسم کا تعلق زن وشوئی دھرم شاشتر نے جائز نکاح

اس لئے کسی شخص کو کسی شے پر حق ملکیت ایسا حاصل نہیں کہ اس سے اسکے عمل تصرف کے بارےمیں باز پرس نہ ہو' اس لئے اس اعلان زیر بحث کےیہ الفاظ کہ ہر شخص کو حق ملکیت حاصل ہے اگر مبہم نہیں تو باطل دعویٰ ہے' اور اس صورت میں کوئی مسلمان ایمان باللہ کے ہوتے کبھی تسلیم نہیں کریگا۔ یہ دعوی خدائی پہلے بھی کئی سر پھرے کر چکے ہیں اور انکا انجام ہم کو معلوم ہے۔

اب آئیے ذرا ان حضرات کے دعوی حق ملکیت کا ذرا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیں' ارشاد قرآن ہے کہ

"نحن خلقنکم فلولا تصدقون' افرءیتم ما تمنون ءانتم تخلقونه ام نحن الخالقون' نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین' علی ان نبدل امثالکم و ننشئکم فی ما لا تعلمون و لقد علمتم النشاة الاولی فلولا تذکرون' افرءیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونه ام نحن الزارعون' لو نشآء لجعلنه حطاماً فظلتم تفکهون' انا لمغرمون' بل نحن محرومون' افرءیتم المآء الذی تشربون' ءانتم انزلتموه من المزن ام نحن المنزلون' لو نشآء جعلنه اجاجا فلولا تشکرون' افرءیتم النار التی تورون' ءانتم انشاتم شجرتها ام نحن المنشئون' نحن جعلنها تذکرة و متاعاً للمقوین" (۵۷-۱۵)

ہم نے تم کو پیدا کیا تو کس لئے اسکی تصدیق نہیں کرتے' دیکھو تو جو نطفه (جس سے تم پیدا ہوئے) اسکے پیدا کرنے والے تم ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں' ہم نے (تمہیں پیدا کرکے) موت تم میں مقدر کر دی ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ تمہاری امثال بدل کر تم کواس پیدائش میں لائیں جسکو تم نہیں جانتے اور تم کو اپنی پہلی

پیدائش کا علم تو ہو چکا ھے تو تذکر سے کام کیوں نہیں لیتے ( کہ جس نے پہلی بار پیدا کیا دوسری بار بھی کر سکتا ھے ) دیکھو تو جو تم بوتے ہو کیا اس کی کھیتی تم کرتے ہو یا ہم کھیتی کرنے والے ہیں ' اگر ہم چاہیں اسے روندن میں لائیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم گھاٹے میں آگئے بلکہ ہم کہیں کے نہ رہے ' کیا تم نے مشاہدہ کیا کہ پانی جو تم پیتے ہو ( جو تمہارا مایہ حیات ھے ) اسکو بادل سے تم نازل کرتے ہو یا ہم اتارنے والے ہیں اگر ہم چاہتے اسے کڑوا بنادیتے ' تو تم کس لئے شکر گزار نہیں ہوتے ؟ کیا تم نے دیکھا کہ آگ جو تم روشن کرتے ہو کیا تم نے اسکا شجر پیدا کیا ھے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں - ہم نے اسکو بنایا ھے تذکرہ اور فائدہ مسافروں کے لئے '

یہ سیدھی سادی باتیں ہیں جو مشاہدہ ہو رہی ہیں- ہوا اور پانی اور آگ کس نے یہ اشیاء پیدا کی ہیں ؟ یہ اشیاء جو خارج میں موجود ہیں اور انسان کی شخصیت سے بالکل علیحدہ ہیں انسان کو فائدہ تو پہنچا رہی ہیں مگر ہم جانتے ہیں کہ ہماری پیدا کردہ نہیں ہیں - " ہکسلے " ( Huxley ) لکھتا ھے کہ انسان تو صرف اتنا ہی کر سکتا ھے کہ ایک شے کو دوسری شے تک حرکت دیتا ھے اور یہ اسکی صنعت ( Art ) سے موسوم ہوتا ھے ' حقیقت یہ ھے کہ سب کام فطرت ( Nature ) ہی کرتی ھے ' انسان نہ تو کسی شے کے خواص بدل سکتا ھے اور نہ کوئی نیا خواص پیدا کر سکتا ھے ' بلکہ یہ کہنا چاہیے جو کچھ انسان کرتا ھے وہ بھی فطرت ہی کی صنعت ھے کیونکہ خود انسان اسی کا پیدا کردہ ھے اور اسکی تمام قابلیت فطرت ہی کا عطیہ ھے "

ان آیات میں سب سے پہلے خود انسان کو اپنی خلقت پر متوجہ کیا گیا ھے کہ وہ دیکھے کہ کیا شے ابتدا میں تھا

اولم یرالانسان انا خلقنه من نطفة فاذا هو خصیم مبین
وضرب لنا مثلاًو نسی خلقه "    ( ۲۳-۴ )

کیا انسان نے مشاهده نہیں کیا که هم نے اسے نطفه ( ماء سهین حقیر پانی ) سے پیدا کیا اور وه علانیه جگھڑالو هوگیا۔ اور همیں بھی اپنے جیسا سمجھتا ھے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا

پیدائش اور زندگی کے هر ایک مرحلے کو جو وه طے کر رها ھے دیکھے که اس میں اوردیگر حیوانات میں جہاں تک ادنیٰ مادی مفاد ھے کیا فرق ھے

والذین کفروا یتمتعون و یا کلون کما تا کل الانعام
و النار مثوی لهم"    ( ۲۶-۶ )

وه بھی انھی کی طرح پیدا هوتا ' پرورش پاتا ' چلتا پھرتا ' سوتا جاگتا ' اور آخر خاک میں مل جاتا ھے ' وه هر ایک شے کا محتاج ھے۔ اور ان میں سے کوئی شے اسکی پیدا کرده نہیں ھے۔ وه موت کو ٹال نہیں سکتا اور اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ مرنے کے بعد وه کس " خلق جدید " کی صورت میں ظاهر هوگا۔ یه تو اسی خالق ارض و سما کو معلوم ھے جس نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور انسان بنایا اب وه اس خیال خام کو پخته کرتا ھے که وه هر ایک شے کا مالک ھے اور جس طرح چاھے اس میں تصرف کرے ' کوئی پوچھنے والا نہیں۔ جب باز پرس هوتی ھے اور همیشه هوتی رهی ھے تو کہتا ھے که میں کہیں کا نه رها '

کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوة و اکثر اموالا و
اولاداً ' فا ستمتعوا بخلا قهم فا ستمتعتم بخلا قکم

"کما الستمتع ا لذ ین من قبلکم بخلاقہم و خضتم کالذی
خاضوا اولائک حبطت ا عمالہم فی ا لد نیا و الاخرہ و
ا ولائک ھم ا لخسرون " ( ۱۰-۱۴ )

یہ ان لوگوں کی مانند ھیں جو ان سے پہلے گزرے جو قوت میں زیادہ زورآور اور زیادہ مال اور زیادہ اولاد والے تھے تو تم بھی انھی کی طرح جو تمہارے پیشرو تھے ( ادنیٰ زندگی کا مادی فائدہ ) اٹھا رہے ھو جیسے انہوں نے اٹھایا جتنا جتنا بھی تمہارے حصہ میں آرھا ھے اور جتنا بھی انکے حصہ میں آیا اور تم بھی ان ھی ھزلیات میں الجھہ گئے جس میں وہ الجھے ہوئے تھے ' یہ وہ لوگ تھے ( اور تم بھی ویسے ھی ھو ) جنکے اعمال دنیا اور آخرت میں رائیگاں گئے اور یہ لوگ ٹوٹا پانے والے ھیں '

" ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل ا لظالمون انما یؤخرھم
لیوم تشخص فیہ الابصار مھطعین مقنعی رؤسہم لا یر تد
ا لیہم طرفہم و افئد تہم ھوآء ( ۱۳-۱۹ )

اور ھرگز یہ گمان نہ کر کہ اللہ اس سے غافل ھے جو وہ ظالم کر رھے ھیں ' بات یہ ھے کہ انکو اس دن تک ڈھیل دے رھا ھے جب انکی آنکھیں خیرہ ھو جائینگی ' نگاھیں ادھر آدھر دوڑاتے ھونگے اپنے سروں کو اونچا کئے ھوئے انکی نظریں انکی طرف لوٹ کر نہ آئنیگی ' اور انکے دل اوڑے ھوئے ھونگے '

" وسکنتم فی مسکن الذین ظلموا انفسہم و تبین لکم کیف
فعلنا بہم و ضربنا لکم الامثال ' و قد مکر و ا مکرھم و
عند ا للہ مکرھم و ان کان مکرھم لتزول منہ ا لجبال '
فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ عزیز ذوانتقام "
( ۱۳-۱۹ )

اور ( جو تم سے پہلے گزرے ) جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تم انکے گھروں میں رھتے رھے اور تم پر واضح ھو گیا کہ ھم نے ( انکے

اعمال ناشائستہ پر ) انکے ساتھ کیا کیا ۔ اور ہم نے ( بذریعہ رسل ) تمہارے ( انتباہ ) کے لئے مثالیں بیان کیں ' اور تحقیق منصوبے باندھے تھے اپنے اور انکے منصوبے اللہ کو تو معلوم ہی ہیں ' اور انکے منصوبے ایسے نہ تھے ( اگرچہ وہ ایسا سمجھتے تھے ) کہ ان سے پہاڑ ٹل جائیں پس ہرگز گمان نہ کر اللہ کی نسبت کہ وہ اس وعدے کے خلاف کرتا ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں سے کئے۔

ہمارے زمانے میں بھی یہی منصوبہ بندی ہو رہی ہے کہ وہ عذاب جو ان لوگوں پر نازل ہونے والا ہے کسی طرح ٹل جائے ' سنت اللہ کبھی تبدیل وتحویل نہیں ہوتی۔

یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ کائنات کی ہر شے اللہ کی پیدا کردہ ہے اور یہ کہ کسی مخلوق کو اسکا حق ملکیت نہیں ہے ۔ اور یہ کہ اشیاء اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے فائدے کے لئے پیدا کی ہیں ' تو جو لوگ چکنی چپڑی باتوں اور دوررس سیاسی منصوبوں سے بندگان خدا کو اس سے محروم کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ ہر ایک شخص کو حق ملکیت حاصل ہے اور ہر ایک سے مراد در اصل انکی اپنی شخصیت ہے ' وہ ایک نفسانی فریب میں الجھے ہوئے ہیں اور ان سے پہلے بھی قومیں فریب کا شکار ہو چکی ہیں '

" یخادعون اللہ والذین آمنوا وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون ' فی قلوبہم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانو یکذ بون' واذقیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون ' واذقیل لھم امنو کما امن الناس قالو انؤمن کما امن السفہاء الا انھم ھم السفہاء ولکن لا یعلمون " ( ۱-۲ )

وہ اللہ کو ( اسکے قوانین فطرت کے اثر سے بچنے کے لئے ) اور مومنوں کو ( چکنی چپڑی باتوں سے ) فریب دینا چاھتے ھیں لیکن حقیقت یہ ھے کہ وہ خود فریب خوردہ ھیں لیکن انکو اسکا شعور نہیں ' انکے دلوں میں روگ ھے اور اللہ اس روگ کو اور بڑھا رہا ھے اور وہ درد انگیز عذاب میں مبتلا ھیں ' اور جب انکو کہا جاتا ھے کہ ملک خدا میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ھیں کہ ہم تو ( جو بھی کرتے ھیں علانیہ کہتے ھیں ) صرف اصلاح کرتے ھیں ' سن رکھو یہی لوگ مفسد ھیں لیکن انکو ( بوجہ فریب نفس ) اسکا شعور نہیں ' اور جب کہا جاتا ھے کہ ( کیسی اچھی باتیں اللہ نے ارشاد فرمائی ھیں ) تم بھی اور لوگوں کی طرح ان پر ایمان لاؤ تو کہتے ھیں کہ کیا ھمیں بھی بیوقوف سمجھ رکھا ھے جیسے وہ ھیں جو ان پر ایمان لائے ھیں ' سن رکھو کہ یہی احمق ھیں لیکن انکو ( اپنی بیہودگی کا ) علم نہیں '

قرآن نے انسانی زندگی کی دو صورتیں بیان کی ھیں ' ایک " حیواۃالدنیا " ادنیٰ مادی زندگی اور اسکے فوائد چنانچہ ارشاد ھے کہ

" زین للناس حب الشھوت من النسآء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ' ذالک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن الماب " ( ۳-۱۰ )

لوگوں کے لئے عورتوں اور بیٹوں کی خواھش اور سونے چاندی کے ڈھیروں کے ڈھیر اور نشان والے ( عمدہ نسل کے ) گھوڑے اور مویشی اور کھیتی میں دل کش زینت ھے ' یہ فائدے تو ادنیٰ مادی زندگی کے ھیں اور اللہ کے ھاں اچھا ٹھکانہ ( ان قلیل فائدوں سے منہ موڑ کر ) پھر جانے کا ھے

ظاھر ھے کہ یہ ادنیٰ زندگی انسانی دیگر حیوانات سے کچھ بہت مختلف نہیں - فرق صرف اتنا ھے کہ بہائم خوراک

ذخیرہ نہیں کرتے ' اور ان میں اشیاء کا مبادلہ براہ راست یا بذریعہ زر نہیں ہوتا ۔ جہاں تک خورد و نوش اور بقاء نسل کا احساس ہے انسان بھی ایسی زندگی بسر کر رہا ہے جیسے دیگر حیوانات '

" اعلموا انما الحیواۃ الدنیا لعب و لھو و زینتہ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال والاولاد کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یھیج فترہ مصفرا ثم یکون حطاما و فی الاخرۃ عذاب شدید و مغفرۃ من اللہ و رضوان وما الحیواۃ الدنیا الا متاع الغرور سابقوا الی مغفرۃ من ربکم و جنتہ عرضہا کعرض السماء والارض اعدت للذین امنوا باللہ و رسلہ ' ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم " (۲۷-۱۸)

اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ ادنیٰ زندگی تو کھیل اور دل لگی ہے اور اسکی آرائش و زیبائش پر فریفتگی اور باہمی تفاخر اور مال اور اولاد کی کثرت کی خواہش اسکی مثل مینہ کی سی ہے کہ وہ برستا ہے تو کاشتکار کو اسکی روئیدگی بھلی لگتی ہے ' پھر لہلہاتی ہے ' پھر تو دیکھتا ہے کہ زرد پڑجاتی ہے پھر روندن میں آجاتی ہے (اس میں دونوں امکانات موجود ہیں) آخرت میں عذاب شدید اور اللہ کی بخشش اور خوشنودی ' اور یہ ادنیٰ زندگی کیا ہے محض دھوکے کی ٹٹی ' (اسکے لئے کیا لڑتے جھگڑتے مرتے ہو) اپنے پروردگار کی بخشش اور اس جنت کی طرف لپکو جسکا عرض آسمان اور زمین جیسا ہے جو ان لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں یہ ہے اللہ کا فضل جسے چاہے دے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے '

دوسری حیات آخرت ہے جسکا اشارہ آیات مذکورہ کے



١٦٨٨٩

آخری حصہ میں ہے کہ اسکا عرض سموات والارض ہے‘ یہی وہ زندگی جسکا مقصد کل کائنات کی تسخیر ہے.

سخرلکم مافی السماوات و مافی الارض جمیعا منہ ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون ‘‘

جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ نے اپنی رحمت کاملہ سے تمہارے لئے مسخر فرمادیا ہے - تحقیق اس میں ان لوگوں کے لئے آیات ھیں جو تفکر سے کام لیتے ھیں - ’’ تفکر ‘‘ ھی واحد امتیازی خوبی انسان کی ہے اگر اس سے کام نہیں لیتا اور اکثریت نہیں لیتی تو وہ بہائم سے بھی گئی گزری ہے -

اس تشریح کے بعد مناسب ہے کہ ھم اپنے زمانہ کے مدعیان تہذیب و علم و حکمت کی ذھنیت کا جائزہ لیں - اول تو انکو حیات آخرت کا یقین ھی نہیں حیات آخرت ھر ایک ابتدا کا انجام ہے خواہ اس دنیا میں یا بعد ممات ھو‘ ارشاد قرآن ہے

’’ ما ھذہ الحیواۃ الدنیا الا لھو و لعب و ان الدار الاخرۃ لھی الحیوان‘ لو کانوا یعلمون ‘‘ ( ۲۱-۳ )

یہ ادنی زندگی تو کھیل اور مشغولہ ھی ہے اور تحقیق یہ ہے کہ آخرت کا گھر ھی اصل زندگانی ہے اگر تم جانتے ھوتے

اسی ادنی زندگی کے مفاد کے لئے جسکی تشریح آیات محولہ بالا میں کی گئی ہے بحر و بر میں فساد برپا ھو رھا ہے‘ اور حد ہے کہ ھمارے علوم وفنون اور اکتشافات علمیہ کی ابتدائی غرض ھلاکت آفرینی ہے - اور ھر ایک قوم زیادہ سے زیادہ مادی مفاد اٹھانا چاھتی ہے - اور دنیا جہاں کی قوموں کی ذھنی اور مادی کمزوری کا فائدہ اٹھا رھی ہے - خود ھی فتنہ وفساد

برپا کرتی ہے اور خود ہی ناصح مشفق مصلح بن کر آ دھمکتی ہے - اس طرح ان عیار قوموں کو دوسری قوموں کے داخلی معاملات میں دخل دینے کا موقعہ مل جاتا ہے' مصر چیختا چلاتا ہے کہ برطانیہ وادی نیل سے اپنی فوج واپس بلالے' ایران میں روغنی مسئلہ پر شورش برپا ہے - ارض فلسطین میں یہودیوں کو زبردستی شہ دیکر اقوام عرب کو کمزور کرنے کے لئے لایا گیا - بھارت اور پاکستان کی تقسیم میں جس بے ایمانی اور بے حیائی سے کام لیا گیا وہ ہم جانتے ہی ہیں - چین میں خانہ جنگی عرصہ تک رہی اب کوریا میں آٹھہ طاقتیں نار حرب مشتعل کر رہی ہیں - ہزارہا میل سے' امریکہ اور برطانیہ اور یورپ کے ممالک سے فوجیں لاکر کوریا میں کوریا کے لوگوں کو لڑا رہی ہیں اور "یو این او" اس جنگ کو اس لئے جائز قرار دیتی ہے کہ کوریا کے رویے سے امن عالم کو خطرہ ہے' ایسے لوگوں کی نسبت قرآن عظیم کا ارشاد کتنی زبردست پیشگوئی ہے کہ

"و اذ قیل لہم لا تفسدو ا فی‌الارض قالو انما نحن
مصلحون الا انہم ہم‌المفسدون" (۱-۲)

یہ مفسدین فی‌الارض ایک دوسرے کے اولیاء ہیں

' یکے دزد باشد دگر پردہ دار' یہ اعلان عالمگیر حریت و مساوات کا کرتے ہیں' اور انکے اعمال اسکی تکذیب کر رہے ہیں' لیکن سردست ہمیں انکے اعمال نا شائستہ سے بحث نہیں بحث اس اعلان سے ہے'

ہم واضح کرچکے ہیں کہ کسی شخص کسی جماعت کو کسی شے کا حق ملکیت اس حد تک حاصل نہیں کہ جس

طرح چاھے اس میں تصرف کرے اور اس سے باز پرس نہ ہو۔ سرمایہ‌دار حکومتیں کمیونسٹ روس کے خلاف یہ الزام دے رہی ھیں کہ وہ شخصی ذاتی ملکیت تسلیم نہیں کرتا ( Individual Personal Property ) ھم جانتے ھیں کہ یہ الزام بے بنیاد ھے ' ھم کہتے ھیں کہ قرآن حکیم کسی شخص کی ذاتی ملکیت قطعاً تسلیم نہیں کرتا اور جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ھے کمیونسٹ روس بھی ابھی قرآن عظیم کے ارشادات کو نہیں پہنچا ' آیات کا حوالہ ھم دے چکے ھیں '

ملکوت‌السموات والارض وما بینھما

سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ھیں وہ جس طرح چاھتا ھے ان میں تصرف فرماتا ھے ' اور کسی کی مجال دم مارنے کی نہیں ۔ البتہ

* لہ ملک ا لسموات والارض یحیي و یمیت و ھو علیٰ کل شئی قدیر '

* و الی اللہ ترجع‌الامور

* انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ '

* و للہ میراث‌السموات والارض ( ۷-۲۷-۱ )

* اللہ ھی کا ھے ملک‌السموات والارض ' وھی زندہ کرتا ھے اور مارتا ھے اور ھر ایک شے پر قادر ھے '

* اور اللہ ھی کی طرف تمام امور کا رجوع ھے '

* تم کو پہلوں کا جا نشیں بنا کر جو ذرائع زند گی تمہارے قبضہ میں دئے ھیں انکو ( جائز طریقہ سے ) خرچ کرو

* اور اللہ ھی کی میراث سموات والارض ھیں '

" انفقوامما جعلکم مستخلفین فیہ " ان آیات کا ایک فقرہ ھے۔ یہ ظاھر ھے کہ جنکو خلافت ملی وہ پہلوں یعنی سلف کے خلف

ھیں سلف کی اگر ذاتی ملکیت ھوتی تو خلف کے ھاتھه کیسے لگتی۔ روسیوں کی ھوتی تو عرب کس طرح حق ملکیت پیدا کرتے، اور اگر عربوں کی ھوتی تو ترکوں کے قبضه میں کیوں آتی، ظاھر ھے که در اصل کسی کی نہیں، الله ھی کی ھے، اس نے اپنے فضل و کرم سے دے رکھی ھے که اسکو جائز طور پر خرچ کرو، یه وراثت تو ویسے کی ویسی ھے البته وه نه رھے جو اس پر اپنا حق ملکیت جتاتے تھے، اور اسکو لعب اور لھو میں اڑاتے رھے، اب سوال یه ھے که جائز نفقه کیا ھے ؟ ارشاد ھے که

" یسئلونک ما ذا ینفقون قل العفو "

تجھه سے پوچھتے ھیں کیا نفقه کریں کھو که جو بھی تمھاری اپنی ضروریات سے زائد ھو ( وھاں اور جسکو اسکی ضرورت ھے خرچ کرو )

ضرورت سے زائد صرف اپنی ذات کے لئے وه ھے جسکو اصطلاح قرآن میں " اسراف " سے تعبیر کیا گیا۔

" و ات ذالقربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا، ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین، و کان الشیطن لربه کفورا " ( ۱۵-۳ )

اور دے قرابت والے کو حق اسکا اور مسکین اور مسافروں کو اور مت خرچ کر بے جا خرچ کرنا، تحقیق بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ھیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا کفر کرنے والا ھے، ( تو یه شیطان کے بھائی پروردگار کا کفران نعمت کرتے ھیں )

اگر لوگ ایة کریمه " کلوا واشربوا ولا تسرفوا " کا مفھوم ذھن نشین کرلیں تو یه سمجھنا کچھه مشکل نہیں که " اسراف " کیا ھے، اور اگر لوگ اسراف سے باز آجائیں اور لھو و لعب

( Luxarics ) میں مال نہ اڑائیں تو ہر ایک شخص کی ضروریات زندگی پوری ہو سکتی ہیں ' ارشاد قرآن ہے کہ

والله فضل بعضکم علی بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقهم علی ما ملکت ایما نهم ' فهم فیه سو آ ء ' ا فبنعمة الله یجحد و ن '

اور اللہ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر ( زندگی بھر یا کچھ عرصہ کے لئے ) رزق میں فضیلت دے رکھی ہے تو جن کو فضیلت دی ہے وہ لوٹا کر اپنا رزق اپنے زیر دستوں کو نہیں دیتے تاکہ اس میں مساوات ہو جائے - تو کیا یہ اللہ کے اس احسان کا ( جو بوجہ فضیلت فرما رہا ہے ) انکار کرتے ہیں ؟

والله جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدة و رزقکم من ا لطیبت ' افبا ا لباطل یئومنون ' بنعمت الله هم کفرون ' و یعبدون من دون الله مالا یملک لهم رزقاً من السموات والارض شیئاً ولا یستطیعون (١٦-١۴) .

اور اللہ نے تمہارے ہی نفوس سے تمہاری ازواج پیدا کیں اور تمہارے لئے بیٹے تمہاری ازواج سے بنائے اور پوتے ' (دئیے) اور تمکو (اور انکو) پاکیزہ رزق عطا فرمایا تو کیا باطل پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا کفران کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ کر انکی پوجا کرتے ہیں - جو نہ انکے لئے نہ آسمانوں اور نہ زمین میں کسی رزق کی شے کے مالک ہیں اور (ملکیت پیدا کرنیکی) ان میں طاقت بھی نہیں '

فضیلت ایک تو کسبی ہے ( Acquired ) اور دوسری فطری ( Natural ) ان آیات میں دونوں کا مذکور ہے - ایک شخص امیر ہے اور دوسرا فقیر ' ممکن ہے کہ امیر فقیر اور فقیر امیر ہوجائے اور ایسا ہوتا رہتا ہے ' یہ فضیلت کسبی اور

عارضی ہے، مرد قوی اور عورت ضعیف مخلوق ہے، یہ فضیلت فطری ہے، قرآن حکیم نے یہ اصل اصول لفظ "عفو" میں واضح کیا ہے کہ جس کو جس امر میں فضیلت حاصل ہے خواہ یہ کسبی ہو یا فطری اسکا فائدہ اسکو پہنچنا چاہئیے جسکو اسکی ضرورت ہے، عفو اور "فضیلت" ہم معنی الفاظ ہیں، دونوں میں زیادتی کا مفہوم پایا جاتا ہے، امام راغب اصفہانی "مفردات" کلام اللہ میں "رزق" کے معنی "مال و جاہ و علم" لکھتے ہیں، غرض "رزق" سے مراد ہر وہ شے ہے جو نفقہ ہوسکے،

"ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتٰھم اللہ من فضلہ ھو
خیر ا لھم، بل ھو شرلھم، سیطوقون ما بخلوا بہ
یوم القیمہ، وللہ میراث السموات والارض" (۳-۹)

اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو اس چیز سے بخیلی کرتے ہیں جو اللہ نے انکو دے رکھی ہے اپنے فضل سے یہ کہ وہ انکے لئے اچھی ہے بلکہ (دراصل) انکے لئے بری ہے، یہی شے جسکا بخل کیا قیامت کے دن انکے گلے کا ہار ہو جائیگی اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے

غرض معاشیات کی تقسیم اس طرح ہونی چاہئیے "فھم فیہ سواء" اس میں مساوات ہو۔ دعوی تو مساوات کا کرنا اور ساتھ ہی سرمایہ داروں کو اجازت دینا کہ جتنی دولت سمیٹ سکیں جمع کرلیں، انکی ذاتی ملکیت ہے اور کسی کا حق نہیں کہ اس میں رخنہ انداز ہو اگر کوئی سر پھرا ہو تو سوسائٹی اور سٹیٹ کا فرض ہے کہ اسکی حفاظت کرے یہ تو قارونی ذہنیت ہے،

اذ قال لہ قومہ لاتفرح ان اللہ لا یحب الفرحین، وابتغ فیما
اتٰک اللہ الدار الاخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا،
و احسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض،

ان اللہ لا یحب المفسدین قال انما اوتیتہ علی علم عندی
اولم یعلم ان اللہ قد اھلک من قبلہ من القرون
من ھو اشد منہ قوۃ و اکثر جمعا''

(قارون کو) جب اسکی قوم نے کہا کہ اتنا نہ اترا' اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں فرماتا اور جو کچھ اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اسی سے توشہ آخرت طلب کر اور دنیا کے حصہ (عمل صالح) کو جو تو اسوقت کرسکتا ہے مت بھول اور جب اللہ نے تجھہ پر احسان کیا تو بھی لوگوں سے احسان کر اور بوجہ خواھش علو) ملک میں فساد کے پیچھے نہ لگ' اللہ مفسدین کو پسند نہیں فرماتا' کہا کہ (اس میں کسی کا کیا حق ہے) جو کچھ مال و دولت میرے پاس ہے وہ میںنے اپنے علم سے حاصل کیا ہے' (اگر اسے کچھہ علم سے بہرہ ھوتا) تو کیا وہ نہ جانتا کہ جو اس سے پیشتر زمانوں میں اس سے بڑھکر قوت میں اور کثرت جمیعت (بلحاظ نفوس اور سرمایہ) میں تھے اللہ نے ھلاک کرڈالے ۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ھوگا کہ جس مال کو سرمایہ دار اپنے ذھنی تفوق کی کمائی سمجھتا ہے در اصل انہیں کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہے جو اسکے زیر دست ھیں اور انھی کی ضروریات زندگی ان سے پوری ھونی چاھئیں ۔
مال کی تقسیم میں عدم مساوات کا جو کچھہ نتیجہ ہے وہ دنیا مشاھدہ کر رھی ہے' اور کرتی رھی ہے چند افراد اپنے ذھنی تفوق کی وجہ سے جسکو قارون '' علم '' سے تعبیر کرتا ہے ۔ فاقہ کش اکثریت پر چھائے ھوئے ھیں' ھرایک سرمایہ دار یہی کچھ کہتا ہے جو انکی خود ساختہ علم الاقتصاد کا نظریہ ہے ۔ حکومت انکی ہے' عدالتیں انکی ھیں سپاہ انکی ہے' زیر دست کو ابھرنے کا موقع ھی نہیں ملتا اگر کوئی شورش برپا کرتا ہے تو اسکا سر کچلا جاتا ہے، یہ تو صحیح ہے کہ ھر ایک شخص کو اسکی محنت کا پھل ملنا چاھئے ۔ لیکن محنت تو عمل ہے اور محنتی مزدور

ھے - اگر سرمایہ‌دار دنیا جہاں کے مال و دولت کے ساتھہ اکیلا چھوڑ دیا جائے تو اسکا دیوالہ بٹ جائے اور وہ زندہ بھی نہیں رہ سکتا - حقیقت یہ ھے کہ مال کی پیداوار اور اسکی حفاظت اور تقسیم میں اسکی شخصیت کی ضرورت ھی نہیں، مال وہ خود پیدا نہیں کرتا، رھا حفاظت اور تقسیم کا سوال مال پیدا کرنے والے مزدور اس کام کو بوجہ احسن کرسکتے ھیں، یہ نظریہ جو اسلام کے اقرب ھے کارل مارکس (Carl Marx) کا ھے جس پر عمل جہاں تک خارجی حالات اجازت دے رھے ھیں سویٹ روس ( Soviet ) کر رھا ھے، اس میں خامیاں بھی ھیں - امید ھے کہ اگر یہ لوگ نیک نیتی سے عمل کرتے رھے تو خامیاں ان پر واضح ھوتی جائینگی اور رفع کرتے رھینگے -

**زکواۃ** قرآن حکیم نے اصل اصول تو واضح کر دیا کہ مال ضروریات زندگی پر صرف ھو اور اسراف میں ضائع نہ کیا جائے لیکن اصول پر اسی حد تک عمل ممکن ھے جس حد تک ذھنی اور خارجی حالات اجازت دیں ' اگر ایک شخص کی منزل مقصود مکہ معظمہ ھے تو ضروری ھے کہ وہ اس راستہ کو اختیار کرے جو اس طرف جاتا ھے اسے چند مرحلے طے کرنے پڑینگے لیکن اگر اسکارخ انگلستان کی طرف ھے تو " ھر گز بمنزل نخواھد رسید " اسی طرح اصولی زندگی انسان کی منزل مقصود ھے اسکا ھر ایک قدم اعتقاداً اور عملاً اسی طرف اٹھنا چاھیے - ان مرحلوں کو خوش اسلوبی سے طے کرنے اور منزل پر پہنچنے کے لئے قرآن حکیم نے چند پند سود مند اور ھدایات ارشاد فرمائی ھیں ' ان میں سے ایک مسئلہ زکواۃ ھے ' ھم بیان کر چکے ھیں کہ زکواۃ ھر ایسی شے میں ھے جو نفقہ ھو سکے اور جسکو اصطلاح میں رزق کہتے ھیں ' خواہ اسکا تعلق تسکین معدہ یا دل و

دماغ ھو ' یہ اچھی طرح ذھن نشین کرنا چاھیے کہ اشیاء جو ھماری خواھشات کی تسکین کا موجب ھیں ھماری پیدا کردہ نہیں - اور نہ وہ خواص جو ان میں ھیں ' صرف یہی نہیں بلکہ خواھشات بھی ھماری پیدا کردہ نہیں ھیں ' کون شخص بھوکا پیاسا رھنا پسند کریگا اسکی شدت اگر خارجی اشیاء میسر نہ ھوں ھلاکت کا باعث ھوتی ھے - اور یہ ربط جو اشیاء فی الخارج اور ھماری خواھشات میں ھے ھمارا پیدا کردہ نہیں ' اس حقیقت کو جو نا قابل انکار ھے مد نظر رکھتے ھوئے ھر ایک شخص اگر ذرا عقل سے کام لے سمجھ سکتا ھے کہ ھمارا حق ملکیت کسی شے پر نہیں اور دعوی ملکیت قطعاً باطل ھے - اللہ تعالیٰ ھر ایک شے کی ربوبیت فرما رھا ھے اور لوگوں کو اس سے محروم رکھنے کی کوشش محض شیطنت ھے '

" زکواۃ " کا مفہوم پاکیزگی ھے چونکہ ھر ایک پاکیزہ شے اس کمال کو حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتی ھے جو اسکی فطری قابلیت ھے اس لئے وہ عمل جو ارتقا ذھنی اور مادی میں مدد دیتا ھے زکواۃ کا مفہوم ھے - اس لئے ارشاد قرآن ھے کہ

" الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس ' ذالک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا و احل اللہ البیع وحرم الربوا فمن جاءہ' موعظۃ من ربہ فانتھیٰ فلہ' ما سلف و امرہ الی اللہ' ومن عاد فاولئک اصحب النار ھم فیھا خالدون ( ۳-۶ )

اور جو لوگ سود خور ھیں وہ اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ھو سکتے ' انکی قیام کی حالت ایسی ھے جیسے شیطان کے مس سے کوئی خبطی بن جاتا ھے

اس لئے کہ یہ کہتے ھیں کہ سود بھی تو تجارت کی طرح ھے حالانکہ اللہ نے لین دین تجارتی حلال فرمایا ھے اور سود حرام تو جن لوگوں کے پاس اپنے پروردگار کی طرف سے یہ نصیحت پہنچ چکی ھے اگر سود خوری سے باز رھے تو جو کچھ پہلے کر چکے ھیں اس کا فیصلہ اللہ جس طرح چاھے کرے ( وہ واجب‌الادا سود چھوڑ دیں ورنہ اللہ اور اسکے رسول سےجنگ کے لئے تیار ھو جائیں ) اور جو باوجود انتباہ باز نہ آئیں تو یہ لوگ ھمیشہ آگ میں رھنے والے ھیں ' اللہ سود کو مٹاتا ھے اور صدقات ( زکواۃ ) کو بڑھاتا ھے ' اور اللہ ھر ایک منکر حق انسانی تلف کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ھیں اور صلواۃ قائم رکھتے ھیں اور زکواۃ دیتے ھیں تو انکے پروردگار کے ھاں انکا اجر ھے ' وہ نہ خوف زدہ ھونگے اور نہ غمگین اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود باقی واجب‌الادا ھے چھوڑ دو اور اگر تم ایسا نہ کرو تو پس خبردار ھو جاؤ اللہ اور اسکے رسول سے تمھاری جنگ ھے ۔

اصطلاح قرآن میں " اثم " ایسا عمل ھے جس سے لوگوں کے حقوق تلف ھوں ' اس لئے حقوق انسانی کی حفاظت ایسے اعمال سے ھوتی ھے جن پر اثم کا اطلاق نہ ھو ' سود خوری اثم ھے ' مے خواری اثم ھے ' قماربازی اثم ھے ' حقوق انسانی کی حفاظت اسی صورت میں ممکن ھے کہ انسان " اثم " سے باز رھے ' ھمارے زمانہ میں یہ تینوں عیب شرعی ان لوگوں کی زندگی ھے جو مدعیان تہذیب و علم و حکمت حقوق انسانی میں اصول مساوات کا اعلان کرتے ھیں '

زکواۃ جس میں صدقات و خیرات وغیرہ کے مسائل ھیں ایک پسندیدہ تدبیر ان خرابیوں کی اصلاح کی ھے جو ھمارے نظام معاشرت میں موجود ھے ۔ اور اس کی غرض یہی ھے کہ انسان اس منزل مقصود یا مقصد حیات دینوی کو حاصل کرے جس سے وہ ابھی بہت دور ھے ۔ اسکی مختلف صورتیں ھیں '

زکواۃ ھر ایک شے میں ھے ' اس مقام پر زیر بحث صرف معاشیات ھیں جنکی تقسیم میں مساوات بذریعہ زکواۃ ھی ممکن ھے ' اسکا یہ منشاء ھے کہ ھر ایک انسان کی ضروریات پوری ھوتی رھیں اور عالم انسانی میں ایسی مساوات پیدا ھو جائے کہ کسی شخص کو " علو " کی طلب نہ رھے یعنی ایک انسان دوسرے انسان پر برتری کا مدعی نہ ھو اور نہ فساد پیدا ھو ' اسکا یہ منشاء ھے کہ دنیا سے ذلیل گداگری محو ھو جائے

# حقوق انسانی

ھم نے ان اوراق میں فہم و تفہیم کے لئے مختصر مگر کافی بحث درباره حقوق انسانی کی ھے اور اس نتیجہ پر پہنچے ھیں کہ قرآن حکیم کے ارشادات سے بہتر آج تک کسی زمانہ کے حکما کی ذھنی کاوش بھی کوئی لائحہ عمل پیش نہ کر سکی قرآن نے واضح الفاظ میں بتادیا ھے کہ جب تک عالم انسانی ایمان باللہ کے ساتھ مناسب عمل صالح نہ کریگا کبھی عالمگیر امن و فلاح کا سہنہ نہ دیکھے گا -

ایمان باللہ اصل اصول اسلام ھے - اگر ایام جاھلیت میں چند افراد اپنے آپکو دیوتاؤں کی اولاد کہتے تھے اور اپنا حق حکومت انھی سے اخذ کرتے تھے تو آج بھی یہ ذھنیت نہیں بدلی "فوق البشر" ھر ایک مدعی "علو" اپنے آپکو سمجھتا ھے - بقول "کارلائل" عالم انسانی میں پہلی دفعہ رسول عربی نے اعلان فرمایا کہ "انما انا بشر مثلکم" میں تو صرف تمھارے جیسا ھی ایک بشر ھوں' اھل کتاب یہود و نصاریٰ یہ کہتے کہ ھم خدازادے اور خدا کے پیارے ھیں -

آج یہ الفاظ استعمال نہیں کرتے لیکن عملاً وہی کچھ کر کے دکھارہے ہیں جو کہتے آئے ۔ انکو کہا گیا کہ تم ایسے ہی بشر ہو جیسے اور ہیں اور بشر بھی ایک مخلوق ایسی ہی ہے جیسی اور مخلوقات ہے ۔ ''انما انا بشر مثلکم'' میں مکمل عالمگیر حریت و مساوات کا اعلان ہے آنحضرت کے ''اسوہ حسنہ پر بحث ہم نے اپنی کتاب ''خاتم النبیین'' میں کی ہے ۔ اس مقام پر اتنا اشارہ کافی ہے کہ نبوت ( Church ) اور ''ملوکیت'' ( State ) کی حکومت لازم و ملزوم ہے' آنحضرت نے دونوں کے خاتمہ کا اعلان فرمایا ۔

اگر ''یو این او'' صرف آنحضرت کا خطبہ حجتہ الوداع ہی شایع کرتی تو اس کے عالمگیر اعلان سے بدرجہا بہتر ہوتا آپ نے فرمایا کہ اے لوگو تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی' کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کالے کو گورے پر گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں ۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک وہی زیادہ معزز ہے جو زیادہ پرہیزگار زیادہ راست باز ہے' میں نے ایام جاہلیت کی تمام رسموں کو آج موقوف کر دیا ۔ کہ تمہارا خون اور مال (ربا) تم پر ایسا ہی حرام ہے جیسا آج یہ دن' یہ مہینہ' یہ شہر (مکہ معظمہ) حرمت والا ہے ۔ میں نے اپنے خاندان کا خون معاف کیا اور جو ربا میرے خاندان کا ایام جاہلیت سے واجب الادا تھا چھوڑ دیا ۔ میں اپنے بعد کتاب اللہ چھوڑے جاتا ہوں اگر تم اس پر سختی سے عمل کروگے تو تم گمراہ نہ ہوگے ۔ یاد رکھو کہ ملک خدا اور بندگان خدا میں علو کی خواہش موجب فساد ہے ۔ اور جو طالب علو

نہیں وہ امن پسند ھے ۔ اور انجام راستبازوں کا اچھا ھے یہ اقتباس سمجھنے کے لئے کافی ھے،

لیکن قرآن نے واضح الفاظ میں متنبہ کر دیا ھے کہ حقوق انسانی ایسی شے نہیں کہ جن لوگوں نے غصب کر رکھے ھیں وہ تمہیں سیدھے ھاتھ سے دیدینگے ''اعدو الہم ما استطعتم من قوۃ'' (۸-۱۰) ھر ایک ممکن قوت مہیا رکھو، اس طرح دین اللہ کے دشمن، تمہاری مال و جان کے دشمن اور وہ بھی جو گھات میں ھیں دبے رھینگے، محض اعلان اور زبانی باتوں سے نہ کبھی کسی نے کسی کا حق دیا اور نہ دیگا ۔ جسے پسندیدہ زندگی کہتے ھیں لسان قرآن میں ''جنت'' سے تعبیر کی گئی ھے ۔ اور یہ بغیر انتہائی جد وجہد نہیں ملتی، اور اسکو ''جہاد في سبیل اللہ'' کہا گیا ھے،

اھل کتاب کو دعوت دی گئی کہ آؤ ھم سب ایک، بات پر متفق ھو جائیں جو ھم میں پہلے ھی تسلیم شدہ ھے وہ یہ کہ ھم کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں اور یہ کہ ھم کسی کو ''ارباباً من دون اللہ'' تسلیم نہ کریں ( Church and State ) اور اگر تم یہ دعوت قبول نہیں کرتے گواہ رھو کہ ھم قبول کر چکے ھیں اور ھم مسلمان ھیں یہ دعوت قبول نہیں کی گئی اور اھل کتاب کی دشمنی آج تک ویسی ھی نمایاں ھے جیسی پہلے تھی اس لئے مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا کہ

افحکم الجاھلیۃ یبغون ومن احسن من اللہ حکماً لقوم یوقنون ۔ یایھاالذین آمنوا لاتتخذوا الیھود والنصریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض، ومن یتواھم منکم فانہ منھم

ان الله لا یهدی القوم الظالمین - فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم یقولون نخشی ان تصیبنا دائرة فعسی الله ان یاتی بالفتح او امر من عنده فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم نادمین - ویقول الذین امنوا اھولاء الذین اقسموا بالله جھد ایمانھم انھم لمعکم حبطت اعمالھم فاصبحوا خسرین - یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبھم و یحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکفرین یجاھدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء والله واسع علیم - ٦-١٢

تو کیا اب یه جاھلیت کا حکم و حکومت چاھتے ھیں - اور الله سے بہتر حکم اھل یقین کے لئے اور کون ھو سکتا ھے، اے ایمان والو یہود و نصاری کو اپنا دوست (نه سمجھو) نه بناؤ وہ ایک دوسرے کے دوست ھیں اور تم میں سے جو بھی انکو اپنا دوست بنائیگا تو (خارج اسلام) انہی میں کا ایک ھے، تحقیق الله ظالم لوگوں کو ھدایت نہیں فرمایا کرتا (با وجود انتباہ) تو دیکھ رھا ھے جن (مسلمانوں کے) دل میں روگ ھے وہ انھی میں گھس رھے ھیں کہتے ھیں که (بھائی کیا کریں) ھم ڈرتے ھیں که زمانے کی گردش کی زد میں نه آجائیں، تو جلدی ھی الله (مسلمان کو) فتح دے یا کوئی امر اپنی طرف سے لائے تو یه لوگ اس بات پر (جسکا دھڑکا انکے کمزور دلوں کو لگا ھوا ھے اور) جسکو چھپائے ھوئے ھیں نادم ھونگے اور اھل ایمان سے کہینگے اور الله کی سخت قسمیں کھا کر کہینگے که ھم تو تمہارے ساتھ ھی تھے، رائیگاں گئے انکے اعمال اور وہ گھاٹے میں آرھے، اے ایمان والو اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے مرتد ھو گیا (تو افسردہ خاطر نه ھو) جلدی ھی الله ایک قوم لائیگا جس سے محبت فرماتا ھے اور وہ الله سے محبت کرتے ھیں مسلمانوں پر نرمی کرتے ھیں اور کفار پر سخت ھیں الله کی راہ میں جہاد کرتے ھیں اور کسی ملامت کرنے والے

کی ملامت کی انہیں پروا نہیں یہ ہے فضل اللہ کا جسے چاہے دے۔ اور اللہ کشائش والا علم والا ہے'

کتنی زبردست پیش گوئی ہے۔ "یو این او' میں مسلمان حکومت کے نمائندگان بھی ہیں اور بصدالحاح خود ہی درخواست کے بعد داخل کئے گئے۔ اکثریت نام نہاد اہل کتاب کی ہے' ارض فلسطین میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے وہ کافی شہادت اس بات کی ہے کہ "بعضہم اولیاء بعض" اور مصر اور ممالک عرب و ایران کی جو کچھ گت بن رہی ہے اور بالخصوص پاکستان کے ساتھ جو کچھ سلوک مسئلہ کشمیر پر ہو رہا ہے اور جس ذات کو ہم گوارا کر رہے ہیں اسکی نسبت بھی ہمیں پیش از وقت متنبہ کیا گیا تھا کہ "تم ایسی احمق قوم ہو کہ انکی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں" ان آیات میں ایک واقعہ کی پیش گوئی ہے جسکے ہم منتظر ہیں۔

آخر میں ہم قرآن حکیم کی آیات بینات کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلاتے ہیں' جس میں مذکور ہے کہ تمام دنیائے اسلام کا ایک ادارہ ہو جس میں ہر ایک مسلمان قوم کے نمائندگان شامل ہوں' اور یہ کہ ایسا ادارہ اخوت کے جذبات کے تحت ہی قائم ہو سکتا ہے' ایسا ادارہ جس یں قوموں کو اپنے مفاد کی فکر ہو اور جنکے عقاید و اعمال میں اختلاف ہو اور سب بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہوں کبھی قائم نہیں رہ سکتا اور نہ کبھی رہا'

وان طائفتن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احداھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امراللہ فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل و اقسطوا

ان اللہ یحب المقسطین ۔ انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون ۔

اگر مسلمانوں میں سے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو، پس اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرے (اور تمہارے سمجھانے سے بھی باز نہ آئے تو سب ملکر) اس زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ حکم الہی تسلیم کرے اور جب تسلیم کرے تو ان میں عدل و انصاف سے صلح کرادو، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ھے، مومن تو آپس میں بھائی بھائی ھیں تو ان میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت نازل فرمائے ۔

شاید بعض حضرات یہ کہیں کہ " یو-این-او " بھی مجلس اقوام ھے جس کا تصور آیات محولہ بالا میں ھے ۔ اور یہ کہ اسلام اگر نبوت اور ملوکیت کے خاتمے کا اعلان کرتا ھے تو " یو-این-او " کا اعلان آزادی بھی یہی کچھ ھے، یہ ایک مغالطہ ھے، " یو-این-او " اقوام پر ملوکیت کا تسلط جمانا چاھتی ھے، اقوام پر ملوکیت چھائی ھوئی ھے، اور ھر ایک قوم حصول آزادی کے لئے مضطرب ھے، اگر ھم بصر و بصیرت سے کام لیں اور اپنے ھی دلوں کو ٹٹولیں تو جو بات علانیہ کہتے ھوئے ڈرتے ھیں ھمارے دل کی گہرائیوں سے ابھرنے کے لئے بیتاب ھے آئے دن ھم سن رھے ھیں کہ آج فلاں وزیر پر قاتلانہ حملہ ھوا آج فلاں وزیر مارا گیا آخر اس شورش کے کچھہ وجوہ بھی ھیں ۔

" وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون " (۱۹-۱۵)

جلدی ھی ظلم پیشہ لوگ جان لینگے کہ وہ کس انقلاب کی زد میں آچکے ھیں

اس شورش کے وجوہ سے وہ ملوکیت جو ھر ایک قوم پر مسلط ھے خوب واقف ھے ۔ وہ تنہا اسے دبا نہیں سکتی

اس لئے ایک دوسرے کا تعاون " اثم ،، اور " عدوان ،، (یعنی حقوق انسانی کو تعدی سے تلف کرنے) پر کر رهی هے، امریکه تنہا اس نا واجب مفاد سے بہرہ اندوز نہیں هوسکتا اس نے بزور زر (ڈالر) چند کمزور و قلاش حکومتوں کو اپنے ساتھه ملا لیا اور چند اس لئے شامل هوگئیں که کسی وقت ان کا طوطی بولتا تھا پھر سے هوس اقتدار نے مجبور کیا - اب " کوریا " میں جو کچھه هو رها هے وه هم سب دیکھه رهے هیں -

اس مقام پر یه حقیقت بھی سامنے رکھنی چاهئیے که امریکه و برطانیه اور ممالک یورپ میں جمہوری حکومتیں هیں ، ان میں سے امریکه اور برطانیه اور فرانس علیٰ قدر مراتب سرمایه‌دار قومی حکومتیں هیں ، اور هر ایک من حیث‌القوم ملوک هے ، بر اعظم ایشیا اور افریقه پر چھائی هوئی هیں ، افریقه کے اکثر حصه پر انکی هوس استعمار نے مستقل قبضه جما رکھا هے اور ایشیا کے ممالک پر کچھه انکے اقتدار کی گرفت اب ڈھیلی پڑ رهی هے - جہاں تک همارے موضوع بحث کا تعلق هے یه اشارات کافی هیں -

قرآن عظیم کی آیات میں جس مجلس اقوام کا تصور هے وه " امت واحده ،، هے اور امت واحده وه هے جسکے نصب‌العین میں کوئی اختلاف نه هو ' امت مسلمه امت واحده هے ، لیکن " یو این او " میں هر ایک قوم کا نصب‌العین الگ الگ هے - بظاهر متحد هیں مگر انکے دل پھٹے هوئے هیں ، اور یه حقیقت بھی هے که اسلام کے سب دشمن هیں ، اور برطانیه جو تھوڑا عرصه هوا بحر و بر پر چھایا هوا تھا بد ترین دشمن هے ، اس لئے مسلمانوں کو روز اول هی سے متنبه کیا گیا تھا که اگر

تم نے انکو اپنا سرپرست ( اولیا ) بنایا تو تم اس نظام سے خارج ہو جاؤگے جو اسلامی ہے۔

قرآن حکیم ایک ایسا نظام قائم کرنا چاہتا ہے نہ صرف چاہتا ہے بلکہ حسب ارشاد قرآن ایسا نظام قائم ہوکر رہیگا۔ کہ جس میں ہر ایک حکومت غیر اللہ خواہ اسکی صورت کچھہ بھی ہو ختم ہو جائیگی اور اللہ " واحدالقہار " کی حکومت جو ازلی اور ابدی ہے رہیگی، اسی کے تحت حقوق انسانی کے صحیح تصور کی صورت رونما ہوگی، آج ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں وہ اسباب نمایاں ہو رہے ہیں جو اس مقصد کی تکمیل پر دلالت کرتے ہیں، ہم لکھہ چکے ہیں اور تاریخ واقعات کا اعادہ کرتی رہی ہے کہ انسان اپنا مقصد حیات بلا جد و جہد حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ کشمکش کیا صورت پیدا کریگی قرآن عظیم کے لفظوں میں سن لیں

" و تری الجبال تحسبہا جامدۃ و ہی تمر مرالسحاب "
( ۳-۶۰ )

اور تو دیکھتا ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ پر جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ اڑ رہے ہیں جس طرح بادل اڑ رہے ہیں

" یوم ترجف الارض و الجبال و کانت الجبال کثیباً مہیلاً "
( ۱۳-۲۹ )

جب زمین متحرک ہوگی اور پہاڑ ارزجائینگے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر رہ جائنگے (اور زمین کی سطح کے ہموار ہو جائینگے *

* اسدن انہیں جو آج کفر پر تلے ہوئے ہیں تقویٰ کرتے ہی بنیگی جس دن لڑکے بڑے بوڑھے ہونگے اس کے ساتھہ آسمان پھٹ جائیگا' اور یہ وعدہ پورا ہوکر رہیگا' تحقیق یہ تذکرہ ہے تو جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ ڈھونڈھ لے'

محاورہ عرب میں " جبال "، ملوک و امرا و وزرا کو کہتے ہیں اردو میں ہم " بڑے آدمی " کہتے ہیں ، جبال میدانی زمین پر جو نسبتاً پست ہے چھائے ہوئے ہیں ، وقار سے سر اٹھائے ہوئے مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں ، زمین انکے زیر سایہ ہے لیکن وہ وقت آرہا ہے کہ پستی میں ایک حرکت ان تحریکات (Movements) سے پیدا ہو گی جو آج بھی شایع ہو رہی ہیں ، پستی ابھریگی اور بلندی سے متصادم ہوگی بلندی ریزہ ریزہ ہو کر خاک کے برابر ہو جائیگی اور حقیقی " مساوات " کا دلکش منظر پیش کریگی، یہ دن کب ہوگا ؟ جب مدرسوں کے طالبعلم لڑکے بھی افلاطون اور ارسطو کی سی باتیں کرینگے ، جب علم و حکمت سے آسمان کے پوشیدہ حالات اور امکانات منکشف ہونگے ، یہ " راھوں والا آسمان " اسی غرض کے لئے بنایا گیا ہے کہ ہم اسکی سیر کریں - انسان صاحب بصر وبصیرت بہت دوربین ہے -

" یوم تبدل الارض غیرا لارض والسموات و برزواللہ
الواحدالقہار " ( ۱۳-۱۹ )

(اس دن زمین اور آسمانوں کی کچھہ اور ہی صورت بدل کر ہو جائیگی اور سب اللہ اکیلے غالب کے حضور حاضر ہونگے )

گرہ بکشا خداوندا فرو بستہ است کار ما
قیامت ساز کن امروز و مپسند انتظار ما